خطبہ نمبر

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

سوموار 27؍ فروری 2023ء | 6؍ شعبان 1444 ہجری قمری | 27؍ تبلیغ 1402 ہجری شمسی | جلد:5 | شمارہ:49

فرمانِ رسولؐ

روایت ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا بندوں سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر تو یہ حساب ٹھیک رہا تو کامیاب ہو گیا اور نجات پا لی ورنہ گھاٹا پایا، نقصان اٹھایا۔

(سنن الترمذی ابواب الصلاۃ باب ماجاء ان اول ما یحاسب… حدیث 413)

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ سات سال کی عمر کو پہنچنے پر بچے کو نماز کی تلقین کرو اور دس سال کی عمر میں اس کو نماز کا پابند کرنے کے لئے کوئی سختی بھی کرنی پڑے تو کرو۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ حدیث 495)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

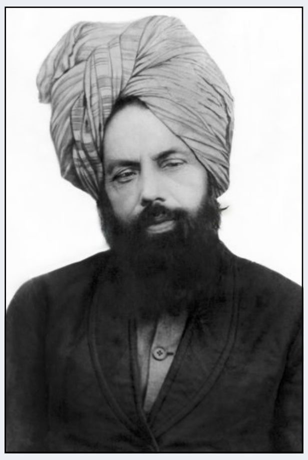

نماز کا التزام اور پابندی بڑی ضروری چیز ہے

نماز کا التزام اور پابندی بڑی ضروری چیز ہے تا کہ اوّلاً وہ ایک عادتِ راسخہ کی طرح قائم ہو اور رجوع الی اللہ کا خیال ہو۔ پھر رفتہ رفتہ وہ وقت آ جاتا ہے کہ انقطاع کُلّی کی حالت میں انسان ایک نور اور ایک لذت کا وارث ہو جاتا ہے۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 11 ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پانچ وقت اپنی نمازوں میں دعا کرو۔ اپنی زبان میں بھی دعا کرنی منع نہیں ہے۔ نماز کا مزا نہیں آتا ہے جب تک حضور نہ ہو اور حضورِ قلب نہیں ہوتا ہے جب تک عاجزی نہ ہو۔ عاجزی جب پیدا ہوتی ہے جو یہ سمجھ آ جائے کہ کیا پڑھتا ہے۔ اس لئے اپنی زبان میں اپنے مطالب پیش کرنے کے لئے جوش اور اضطراب پیدا ہوسکتا ہے۔ مگر اس سے یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہئے کہ نماز کو اپنی زبان ہی میں پڑھو۔ نہیں، میرا یہ مطلب ہے کہ مسنون اَدعیہ اور اَذکار کے بعد اپنی زبان میں بھی دعا کیا کرو۔ ورنہ نماز کے ان الفاظ میں خدا نے ایک برکت رکھی ہوئی ہے۔ نماز دعا ہی کا نام ہے اس لئے اس میں دعا کرو کہ وہ تم کو دنیا اور آخرت کی آفتوں سے بچاوے اور خاتمہ بالخیر ہو اور تمام کام تمہارے اس کی مرضی کے موافق ہوں۔ اپنے بیوی بچوں کے لئے بھی دعا کرو۔ نیک انسان بنو اور ہر قسم کی بدی سے بچتے رہو۔

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 145-146 ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

نماز خدا کا حق ہے اسے خوب ادا کرو اور خدا کے دشمن سے مداہنہ کی زندگی نہ برتو۔ وفا اور صدق کا خیال رکھو۔ اگر سارا گھر غارت ہوتا ہو تو ہونے دو مگر نماز کو ترک مت کرو۔ وہ کافر اور منافق ہیں جو کہ نماز کو منحوس کہتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ نماز کے شروع کرنے سے ہمارا افلاں فلاں نقصان ہوا ہے۔ نماز ہرگز خدا کے غضب کا ذریعہ نہیں ہے۔ جو اسے منحوس کہتے ہیں ان کے اندر خود زہر ہے۔ جیسے بیمار کو شیرینی کڑوی لگتی ہے ویسے ہی ان کو نماز کا مزا نہیں آتا۔ یہ دین کو درست کرتی ہے۔ اخلاق کو درست کرتی ہے۔ دنیا کو درست کرتی ہے۔ نماز کا مزا دنیا کے ہر ایک مزے پر غالب ہے۔ لذات جسمانی کے لئے ہزاروں خرچ ہوتے ہیں اور پھر ان کا نتیجہ بیماریاں ہوتی ہیں اور یہ مفت کا بہشت ہے جو اسے ملتا ہے۔ قرآن شریف میں دو جنتوں کا ذکر ہے۔ ایک ان میں سے دنیا کی جنت ہے اور وہ نماز کی لذت ہے۔ نماز خواہ نخواہ کا ٹیکس نہیں ہے بلکہ عبودیت کو ربوبیت سے ایک ابدی تعلق اور کشش ہے۔ اس رشتہ کو قائم رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے نماز بنائی ہے۔ اور اس میں ایک لذت رکھ دی ہے جس سے یہ تعلق قائم رہتا ہے۔ جیسے لڑکے اور لڑکی کی جب شادی ہوتی ہے اگر ان کے ملاپ میں ایک لذت نہ ہو تو فساد ہوتا ہے۔ ایسے ہی اگر نماز میں لذت نہ ہو تو وہ رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ دروازہ بند کر کے دعا کرنی چاہئے کہ وہ رشتہ قائم رہے اور لذت پیدا ہو جو تعلق عبودیت کا ربوبیت سے ہے وہ بہت گہرا اور انوار سے پُر ہے جس کی تفصیل نہیں ہوسکتی۔ جب وہ نہیں ہے تب تک انسان بہائم ہے۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 591-592 ایڈیشن 1988ء)

ارشاد باری تعالیٰ

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ وَقُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ ؕ اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کَانَ مَشۡہُوۡدًا ﴿۷۹﴾

(بنی اسرائیل:79)

ترجمہ: سورج کے ڈھلنے سے شروع ہو کر رات کے چھا جانے تک نماز کو قائم کر اور فجر کی تلاوت کو اہمیت دے۔ یقیناً فجر کو قرآن پڑھنا ایسا ہے کہ اُس کی گواہی دی جاتی ہے۔

فرمان خلیفۂ وقت

نماز برائیوں سے بچاتی ہے

ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ نماز برائیوں سے بچاتی ہے تو یقیناً یہ سچ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ جن لوگوں میں نمازیں پڑھنے کے باوجود برائیاں قائم رہتی ہیں ان کی نمازیں صرف ظاہری نمازیں ہوتی ہیں وہ اس کی روح کو نہیں سمجھتے۔ پس یہ بہت ہی قابل فکر بات ہے جس پر ہم میں سے ہر ایک کو اپنی حالت کا جائزہ لینا چاہئے۔ اگر ہمیں لذت وسرور آ رہا ہو یا یہ پکا ارادہ ہو کہ میں نے لذت اور سرور حاصل کرنا ہے تو کس طرح ہوسکتا ہے کہ ہم میں سے کوئی اپنی نمازوں میں باقاعدگی اختیار نہ کرے۔ ہر ایک کو کبھی نہ کبھی اس لذت وسرور کا تجربہ ہو جاتا ہے اور ہوا ہو گا۔ مشکل اور پریشانی میں جب کوئی ہوتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ نمازوں میں بہت سے ایسے ہیں جو بڑے روتے ہیں، گڑگڑاتے ہیں۔ چلتے پھرتے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ اس کی طرف توجہ رہتی ہے اور اسی وجہ سے پھر عبادت کی طرف بھی توجہ رہتی ہے تو کوئی نہ کوئی ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے اور کچھ نہ کچھ توجہ پیدا ہو رہی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ تکلیف کی صورت میں مستقل دعاؤں میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن جب اپنی خواہشات پوری ہو جائیں، جب مشکلات سے نکل جائیں تو پھر بہت سارے ایسے ہیں جن کی نمازوں میں، عاجزانہ دعاؤں میں سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ پس جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہمیں مسلسل کوشش سے اپنے سامنے یہ ٹارگٹ رکھنا ہے کہ چاہے حالات اچھے ہوں یا برے، تنگی میں بھی اور کشائش میں بھی اس لذت وسرور کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے جو نشہ کی کیفیت طاری کر دے اور صرف ذاتی حالات ہی نہیں ایک مومن کو تو معاشرے کے عمومی حالات بھی جو ہیں وہ بھی درد پیدا کرنے والے ہونے چاہئیں اور جب یہ درد کی کیفیت ہوتی ہے تو پھر درد سے دعائیں بھی نکلتی ہیں۔ پاکستان میں مثلاً جماعتی حالات بہت خراب ہیں۔ ہر طرف سے افراد جماعت کے خلاف نفرتوں کے تیر برسائے جا رہے ہیں۔ بغضوں اور کینوں کے اظہار ہو رہے ہیں۔ مُلّاؤں کے خوف سے یا ان کی باتوں سے غلط فہمی پیدا ہونے کی وجہ سے پرانے تعلق والے غیر از جماعت بھی بعض جگہ مخالفتوں میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

(خطبہ جمعہ 20؍ جنوری 2017ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- عیسائیوں سے خطاب (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- رچرڈ ڈاکنس صاحب کے چند نظریات پر تبصرہ

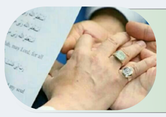

دربارِ خلافت

اگر ساری جماعت یونس کی قوم کی طرح آہ و زاری کرنے لگ جائے… تو تین دن میں مسئلہ حل ہو سکتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مؤرخہ 17/ فروری 2023ء کو فن لینڈ کے خدام و اطفال سے ورچوئل ملاقات میں ایک خادم نے یہ سوال کیا۔

سوال: آج کل جماعت کے اوپر ظلم وستم بہت بڑھ گئے ہیں آخر کب تک جماعت کو ان مظالم سے چھٹکارا مل سکے گا؟

حضور نے فرمایا: کب ملے گا جب آپ اپنی دعاؤں کو انتہا تک پہنچا دیں گے۔ پہلے اپنا جائزہ لیں۔ کس حد تک آپ نے اللہ سے تعلق پیدا کر لیا! ہم موسیٰ کی طرح یہ نہیں کریں گے، نظمیں تو گا دیتے ہو، ترانے پڑھ دیتے ہو۔ کیا اللہ تعالیٰ کے حق ادا کر رہے ہیں ہم؟ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ہم ادا کر رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں قرآن کریم میں تعلیم دی ہے اخلاق اور کردار کے بہتر کرنے کی اس پر ہم عمل کر رہے ہیں سو فیصد؟ کیا ہم رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے ہیں جماعت کی ترقی کے لئے اور ظلموں سے چھٹکارے کے لئے؟ یہ تو ہمارے پہ بھی depend کرتا ہے۔ باقی یہ وقت لیتا ہے بعض دفعہ trial لمبے ہو جاتے ہیں۔ **میں نے بتایا تھا ایک دفعہ میں نے دعا کی کب چھٹکارا ملے گا؟ تو مجھے تو یہی بتایا اللہ میاں نے کہ اگر ساری جماعت تین دن یونس کی قوم کی طرح آہ و زاری کرنے لگ جائے، ہر ایک بچہ، بڑا، بوڑھا، جوان اللہ تعالیٰ کے آگے چلائے گا تو تین دن میں مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ اس کا مطلب ہے ہمارا قصور ہے۔** ایک دو کی دعاؤں سے کام نہیں ہوتا ہاں آہستہ آہستہ دعاؤں سے ہو گا مسائل حل ہوتے ہیں۔ آنحضورؐ کی دعائیں تھیں نا اس کے باوجود مکہ میں تیرہ سال سختیاں برداشت کرنی پڑیں، مدینے میں بھی فتنے اٹھتے رہے اس کے بعد بھی فتنے اٹھتے رہے اور آخر مسلمانوں کے ایمان اور دعاؤں کی وجہ سے پھر آہستہ آہستہ حالات ٹھیک ہو گئے تو یہ تو ہم پہ بھی depend کرتا ہے کہ ہم کس حد تک اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے والے ہیں، کس حد تک دعائیں کرنے والے ہیں۔ باقی ان شاء اللہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے کہ ایک وقت معین ہے کہ اُس وقت تک ہونا ہے تو اُس وقت تک ہو گا اور یہ ان شاء اللہ ہو گا تو late تو ہو سکتا ہے موسیٰ کی قوم نے بھی انکار کر دیا تھا تو چالیس سال تک اللہ تعالیٰ نے ان کو دھکے کھلائے نا پھر ہم نے انکار تو نہیں کیا ہم میں تو بہت نیک لوگ ہیں بہت دعائیں کرنے والے ہیں بہت بزرگ قسم کے لوگ ہیں، ہر جماعت میں ہیں ہر طرح کی قربانیاں کرنے والے ہیں اب پچھلے دنوں میں دیکھو! افریقہ میں لوگوں نے ایک مثال قائم کر دی قربانی کی وہ قربانی ایسی جو حقیقت میں صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید کی قربانی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ہے کہ سامنے دیکھتے ہوئے انکار کیا جھوٹ کا اور حق پر قائم رہے اور اپنی جان دے دی۔ اسی طرح 74 میں گوجرانوالہ میں بھی بعض واقعات ایسے ہوئے تھے جہاں لوگوں نے اس طرح قربانی دی تھی اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ترقی دی۔ پھر جب بھی ہمارے خلاف سختیاں ہوئی ہیں جماعت اگر ایک جگہ سے دبائی جاتی ہے تو دوسری جگہ ترقیات مل رہی ہوتی ہیں، یا تو کہو نا کہ جماعت پھیل نہیں رہی۔ آپ لوگ یہاں آ گئے، یہاں پاکستان سے بہتر حالت میں ہیں نا یہاں اگر آپ لوگ دین کے اوپر قائم رہیں اور آپ کی نسلیں دین پر قائم رہیں تو مزید پھلیں، پھولیں، بڑھیں گے اور ایک وقت آئے گا جب آپ پاکستان میں بھی آزادی سے جا سکیں گے اور وہاں یہ جو نام نہاد ملا اور اسلام کے علمبردار نام کے وہ آپ لوگوں کے سامنے سرنگوں ہوں گے ان شاء اللہ۔ وہ وقت بھی آئے گا تو یہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کتنا عرصہ لینا ہے لیکن ہمیں فرض ادا کرنا چاہئے جو ہمارا فرض بنتا ہے باقی اللہ تعالیٰ، ان شاء اللہ تعالیٰ حالات بدلے گا۔

دعا کا تحفہ

بڑھاپے میں فراخی رزق کے لئے دُعا

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَیَّ عِنْدَ کِبَرِ سِنِّی وَانْقِطَاعِ عُمْرِیْ

(مستدرک حاکم جلد ا صفحہ 542 بیروت)

ترجمہ: اے اللہ! میرے بڑھاپے اور آخری عمر میں اپنا رزق مجھ پر فراخ رکھنا۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 136)

مرسلہ: عائشہ چودھری۔ جرمنی

عیسائیوں سے خطاب

(کلامِ حضرت مسیح موعودؑ)

آؤ عیسائیو! ادھر آؤ!
نور حق دیکھو راہ حق پاؤ!

جس قدر خوبیاں ہیں فرقاں میں
کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ

سر پہ خالق ہے اس کو یاد کرو
یوں ہی مخلوق کو نہ بہکاؤ

کب تلک جھوٹ سے کرو گے پیار
کچھ تو سچ کو بھی کام فرماؤ

کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو
کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

عیش دنیا سدا نہیں پیارو
اس جہاں کو بقا نہیں پیارو

یہ تو رہنے کی جا نہیں پیارو
کوئی اس میں رہا نہیں پیارو

اس خرابہ میں کیوں لگاؤ دل
ہاتھ سے اپنے کیوں جلاؤ دل

کیوں نہیں تم کو دینِ حق کا خیال
ہائے سو سو اٹھے ہے دل میں ابال

کیوں نہیں دیکھتے طریق صواب
کس بلا کا پڑا ہے دل پہ حجاب

(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ 268 مطبوعہ 1882ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 24/ فروری 2023ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

مَیں پاکستان کے احمدیوں کے لئے دعا کے لئے کہنا چاہتا ہوں، دعا کریں اللہ تعالیٰ اُن پر جو سخت حالات ہیں وہاں آسانیاں پیدا کرے اور انصاف کرنے والوں، قانون نافذ کرنے والوں اور خدا اور اُس کے رسولؐ کے نام پر ظلم کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ عقل دے یا اُن پر پکڑ کے سامان کرے۔ دوسرے برکینا فاسو کے لئے بھی دعا کریں وہاں بھی سختیاں ہیں ابھی اور جو دہشت گرد ہیں، شدت پسند ہیں اُن کے وہی عمل ہیں، اللہ اور رسولؐ کے نام پر ظلم کر رہے ہیں۔ پھر الجزائر کے لوگوں کے لئے بھی وہاں بھی بعض حکومتی کارندے یا عدالتیں جو ہیں غلط قسم کے ظلم روا رکھ رہی ہیں احمدیوں سے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی حفاظت میں رکھے، خاص طور پر دعاؤں اور صدقات پر بہت زیادہ زور دیں، اللہ تعالیٰ مخالفین کے شر سے ہر ایک کو بچائے

حضور انور ایدہ اللہ نے تشہد، تعوذ نیز سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد ارشاد فرمایا! بدری صحابہؓ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، اِن کے حوالہ سے بعض باتوں کا ذکر رہ گیا تھا جو مَیں بیان کر رہا تھا، اِس حوالہ سے آج بھی بیان کروں گا۔ جس کے بعد بدری صحابہؓ کے بارہ میں یہ سلسلہ جو مَیں بیان کرنا چاہتا تھا وہ ختم ہو جائے گا، بعد ازاں اِسی تسلسل میں 9 بدری اصحابؓ کا مزید تذکرۂ خیر ہوا۔

حضرت عامرؓ بن ربیعہ

والد کا نام ربیعہ بن کعب بن مالک بن ربیعہ تھا اور آپؓ سے بعض روایات بھی ملتی ہیں نیز آپؓ کی وفات کے بارہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

مجھے اپنے جنازوں کے لئے بلایا کرو

عبداللہؓ بن عامرؓ اپنے والد حضرت عامرؓ بن ربیعہ سے روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ رسول اللہؐ ایک قبر کے پاس سے گزرے تو آپؐ نے استفسار فرمایا! یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ فلاں عورت کی قبر ہے۔ آپؐ نے فرمایا! تم نے کیوں مجھے اطلاع نہیں دی؟ لوگوں نے عرض کیا: آپؐ سو رہے تھے، ہم نے مناسب نہ سمجھا کہ آپؐ کو جگائیں، اِس پر آپؐ نے فرمایا! ایسا نہ کرو، مجھے اپنے جنازوں کے لئے بلایا کرو۔ پھر آپؐ نے وہاں صفیں بنوائیں اور اُس کی نماز جنازہ ادا کی۔

معمولی سا حق مہر مقرر کیا تو وہ بھی جائز ہے

عبداللہؓ بن عامرؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہؐ کے زمانہ میں ایک شخص نے بنوفزارہ کی ایک عورت سے دو جوتے حق مہر پر نکاح کر لیا، آنحضورؐ نے اِس نکاح کو جائز قرار دیا۔

سفر میں جدھر بھی سواری کا منہ ہو اُسی طرف نماز پڑھنا جائز ہے

عبداللہؓ بن عامرؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: اُنہوں نے رسول اللہؐ کو دیکھا کہ آپؐ نے سفر میں اپنی اونٹنی کی پیٹھ پر رات کو نفل پڑھے، آپؐ اُسی طرف منہ کئے ہوئے تھے جس طرف اونٹنی آپؐ کو لئے جا رہی تھی۔

پس اب تمہاری مرضی ہے کہ مجھ پر کم درود بھیجو یا زیادہ

حضرت عامرؓ بن ربیعہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہؐ نے فرمایا! جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ اُس پر دس مرتبہ سلامتی بھیجتا ہے، پس اب تمہاری مرضی ہے کہ مجھ پر کم درود بھیجو یا زیادہ درود بھیجو۔ بمطابق ایک دوسری روایت آپؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہؐ نے فرمایا! جو کوئی بندہ مجھ پر سلامتی کی دعا کرتا ہے تو جب تک وہ اِسی حالت میں ہوتا ہے فرشتے اُس پر سلامتی کی دعا کرتے ہیں، پس بندہ کے اختیار میں ہے چاہے تو زیادہ مرتبہ سلامتی کی دعا کرے اور چاہے تو کم۔

حضرت حَرَامؓ بن مِلْحَان (اِن کی نسل آگے نہیں چلی)

حضرت المصلح الموعودؓ واقعۂ شہادت حفّاظ کو بیان کرتے ہوئے صحابہ کی قربانیوں کے جذبہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں: صحابہؓ کے کثرت کے ساتھ اِس قسم کے واقعات تاریخوں میں ملتے ہیں کہ اُنہوں نے خدا کی راہ میں مارے جانے کو ہی اپنے لئے عین راحت محسوس کیا، مثلاً وہ حفاظ جو رسول کریمؐ نے وسط عرب کے ایک قبیلہ کی طرف تبلیغ کے لئے بھیجے تھے اُن میں سے حرام بن ملحان اسلام کا پیغام لیکر قبیلۂ عامر کے رئیس عامر بن طفیل کے پاس گئے اور باقی صحابہؓ پیچھے رہے، شروع میں تو عامر بن طفیل اور اُس کے ساتھیوں نے منافقانہ طور پر اِن کی آؤ بھگت کی لیکن جب وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گئے اور تبلیغ کرنے لگے تو اُن میں سے بعض شریروں نے ایک خبیث کو اشارہ کیا اور اُس نے اشارہ پاتے ہی حرام بن ملحان پر پیچھے سے نیزہ کا وار کیا اور وہ گر گئے۔ گرتے ہی اُن کی زبان سے بے ساختہ نکلا کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ یعنی مجھے کعبہ کے ربّ کی قسم! مَیں نجات پا گیا۔ پھر اِن شریروں نے باقی صحابہ کا محاصرہ کیا اور اُن پر حملہ آور ہو گئے، اِس موقع پر حضرت ابو بکرؓ کے آزاد کردہ غلام عامرؓ بن فُہیرہ جو ہجرت کے سفر میں رسول کریمؐ کے ساتھ تھے اُن کے متعلق ذکر آتا ہے بلکہ خود اُن کا قاتل جو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا وہ اپنے مسلمان ہونے کی وجہ ہی یہ بیان کرتا تھا کہ جب مَیں نے اُن کو شہید کیا تو اُن کے منہ سے بے ساختہ نکلا فُزْتُ وَاللّٰہِ یعنی خدا کی قسم! مَیں تو اپنی مراد کو پہنچ گیا ہوں۔ یہ واقعات بتاتے ہیں کہ صحابہؓ کے لئے موت بجائے رنج کے خوشی کا موجب ہوتی تھی۔

حضرت ابو الہَیثمؓ بن التَّیِّھان

اِن کے بھائی کا نام حضرت عُبَیدؓ یا حضرت عتیقؓ بن التیھان تھا جو غزوۂ اُحد میں شریک ہوئے تھے۔ رسول اللہؐ نے حضرت ابو الہیثمؓ اور حضرت اُسَیدؓ بن حُضَیر کو قبیلہ بنی عبد الاشہل پر نقیب مقرر فرمایا تھا۔ جنگ میں دو تلواریں لٹکانے کی وجہ سے آپؓ کو ذوالسیفین بھی کہا جاتا ہے، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ جنگ صِفِّین میں حضرت علیؓ کی طرف سے ہو کر لڑے اور شہادت پائی۔

حضرت عاصمؓ بن ثابت

جنگ اُحد میں اُن لوگوں کے بارہ میں جو آنحضرتؐ کے قریب تھے ایک آیت کی تشریح میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی بیان کیا: حضرت امام الرازیؒ بعض چودہ آدمیوں کے متعلق قطعی شہادت پیش کرتے ہیں کہ نام بنام وہ لوگ موجود تھے اور اُنہوں نے آپؐ کا ساتھ کسی حالت میں نہیں چھوڑا، اِن میں انصار میں سے حضرت عاصمؓ بن ثابت بھی تھے۔

حضرت سَہلؓ بن حُنَیف انصاری

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر نبی کریمؐ کے ہمراہ ایک سو اونٹ اور اونٹنیاں اور دو گھوڑے تھے، اُن میں سے ایک پر حضرت مِقدادؓ بن اَسوَد سوار تھے اور دوسرے پر حضرت مُصعَبؓ بن عُمیر اور حضرت سہلؓ بن حنیف تھے۔ اُحد میں آنحضرتؐ کے قریب رہنے والوں میں آپؓ کا بھی ذکر ملتا ہے۔ عُمیرؓ بن سعید سے مروی ہے: حضرت علیؓ نے آپؓ کی نماز جنازہ پڑھی اور اُس پر پانچ تکبیریں کہیں، لوگوں نے کہا کہ یہ کیسی تکبیر ہے؟ آپؓ نے فرمایا! یہ سہل بن حنیف ہیں، جو اہل بدر میں سے ہیں اور اہل بدر کو غیر اہل بدر پر فضیلت ہے، مَیں نے چاہا کہ تمہیں اِن کی فضیلت سے آگاہ کر دوں۔

حضرت جبّارؓ بن صخر

رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ کو ڈیڑھ سو افراد کے ہمراہ بنو طے کے بُت فلس کو گرانے کے لئے روانہ فرمایا، اِس سریّہ میں لواء حضرت جبارؓ بن صخر کے پاس تھا نیز حضرت علیؓ کے اپنے ساتھیوں سے رائے مانگنے پر آپؓ نے کہا! رات ہم اپنی سواریوں پر سفر کرتے ہوئے گزاریں اور صبح ہوتے ہی اُن پر حملہ کر دیں، حضرت علیؓ کو آپؓ کی یہ بات پسند آئی۔

حضرت عُمیرؓ بن ابی وقّاص

روایت میں ہے کہ آپؓ کو عَمرو بن عبد وُدّ جبکہ بمطابق ایک دوسری روایت عاصم بن سعید نے شہید کیا تھا۔

حضرت قُطبہؓ بن عامر

صفر 9/ ہجری میں رسول اللہؐ نے آپؓ کو بیس آدمیوں کے ہمراہ قبیلہ خثعم کی ایک شاخ کی طرف بھیجا جو تبالہ کے نواح میں تھے، آپؐ نے اُنہیں حکم دیا کہ وہ ایک دَم سے اِن پر حملہ کریں، یہ اصحابؓ دس اونٹوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے جنہیں باری باری استعمال کرتے۔۔۔قبیلہ والوں کے سونے پر بھرپور حملہ کے نتیجہ میں شدید لڑائی ہوئی اور دونوں فریقوں میں سے کئی افراد زخمی ہو گئے، آپؓ نے کئی لوگوں کو قتل کیا اور پھر اُن کے چوپائے، بکریاں اور عورتیں مدینہ لے آئے، خُمس نکالنے کے بعد ہر ایک کے حصہ میں چار، چار اونٹ آئے اور تب ایک اونٹ دس بکریوں کے برابر ہوتا تھا۔ امام بغویؒ کہتے ہیں کہ آپؓ سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

خطبۂ ثانیہ سے قبل حضور انور ایدہ اللہ نے چوہدری بشارت احمد صاحب گوٹریالہ ضلع گجرات کے بیٹے مکرم محمد رشید صاحب شہید جنہیں دو معاندین احمدیت نے اِن کے گھر، جہاں وہ اکیلے رہائش پذیر تھے اور علاقہ کے لوگوں کی سہولت کے لئے فری ہومیو پیتھک ڈسپنسری بنا رکھی تھی جس سے گاؤں اور اردگرد کے لوگ استفادہ کرتے، دوائی لینے کے بہانہ داخل ہو کر مؤرخہ 19/ فروری کو فائرنگ کر کے شہید کر دیا، بوقت شہادت عمر ستّر سال سے زائد تھی، اِسی طرح مؤرخہ 6/ فروری کو ترکی میں دو بڑے آنے والے زلزلوں میں اسکندرون سے تعلق رکھنے اور ملبہ کے نیچے دب کر وفات پانے والے دو احمدی ماں، بیٹا تئیس سالہ مکرمہ امانی بسلام اجلاوی صاحبہ اور تین سالہ عزیزم صلاح الدین عبدالمعین کتیش، مزید برآں مؤرخہ 15/ فروری کو بعمر ترپن سال بوجہ ہارٹ اٹیک وفات پانے والے موصی مکرم مقصود احمد منیب صاحب/ مربیٔ سلسلہ کا تفصیلی تذکرۂ خیر کیا نیز بعد از نماز جمعۃ المبارک اوّل الذکر شہید اور مؤخر الذکر مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھانے کا بھی اعلان فرمایا۔

(قمر احمد ظفر۔ نمائندہ الفضل آن لائن جرمنی)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 3/ فروری 2023ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

’’تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے‘‘ (حضرت مسیح موعودؑ)

اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کو قرآن کریم کی اشاعت کے لیے بھیجا ہے، قرآن کریم کی حفاظت کے لیے بھیجا ہے۔ آپؑ کو وہ معارف سکھائے ہیں جو لوگوں سے پوشیدہ تھے۔ آپؑ کے ذریعے قرآن کریم کے فیض کا ایک چشمہ جاری فرمایا ہے۔ آپؑ تو آئے ہی قرآن کریم کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے ہیں

پاکستان میں وقتاً فوقتاً ان علماء کو ابال اٹھتا رہتا ہے اور ان کے ساتھ پھر بعض سستی شہرت حاصل کرنے والے سیاستدان اور سرکاری اہلکار بھی مل جاتے ہیں اور احمدیوں کو مختلف بہانوں سے ظلموں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ گذشتہ کچھ عرصے سے پھر یہ لوگ احمدیوں پر تحریف اور توہینِ قرآن کے من گھڑت مقدمے بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے بچائے اور جو احمدی اس غلط اور ظالمانہ الزام میں انہوں نے پکڑے ہوئے ہیں ان کی جلد رہائی کے بھی اللہ تعالیٰ سامان پیدا فرمائے

اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کی روشنی ہی ہے جس سے قرآن کریم کے علوم و معارف کا پتہ چلتا ہے اور جماعت احمدیہ ہی ہے جو اس کام کو دنیا میں سرانجام دے رہی ہے

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۱

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۳ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۴ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۵

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۶ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

قرآن کریم کے فیوض

بیان فرماتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

’’اس کے فیوض و برکات کا در ہمیشہ جاری ہے۔ اور وہ ہر زمانہ میں اسی طرح نمایاں اور درخشاں ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تھا۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 57 ایڈیشن 1984ء)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ’’یہ سچ ہے کہ اکثر مسلمانوں نے قرآن شریف کو چھوڑ دیا ہے لیکن پھر بھی قرآن شریف کے انوار و برکات اور اس کی تاثیرات ہمیشہ زندہ اور تازہ بتازہ ہیں۔ چنانچہ مَیں اس وقت اسی ثبوت کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے اپنے وقت پر اپنے بندوں کو اس کی حمایت اور تائید کے لئے بھیجتا رہا ہے۔ کیونکہ اس نے وعدہ فرمایا تھا اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر:10) یعنی بیشک ہم نے ہی اس ذکر (قرآن شریف) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 116-117 ایڈیشن 1984ء)

پس

اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کو قرآن کریم کی اشاعت کے لیے بھیجا ہے، قرآن کریم کی حفاظت کے لیے بھیجا ہے۔ آپؑ کو وہ معارف سکھائے ہیں جو لوگوں سے پوشیدہ تھے۔ آپؑ کے ذریعے قرآن کریم کے فیض کا ایک چشمہ جاری فرمایا ہے۔ آپؑ تو آئے ہی قرآن کریم کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے ہیں۔

لیکن بدقسمتی سے نام نہاد علماء نے آپؑ کے دعوے کی ابتدا سے ہی آپؑ کی مخالفت اپنا مقصد بنایا ہوا ہے اور کوئی دلیل اور عقل کی بات سننا نہیں چاہتے اور عوام الناس کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ خود تو علم و معرفت سے نابلد ہیں لیکن جس کو خدا تعالیٰ نے اس کام کے لیے بھیجا ہے اس کے راستے میں روکیں کھڑی کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اسے یہ لوگ قرآن کریم کی خدمت سمجھتے ہیں۔

پاکستان میں وقتاً فوقتاً ان علماء کو ابال اٹھتا رہتا ہے اور ان کے ساتھ پھر بعض سستی شہرت حاصل کرنے والے سیاستدان اور سرکاری اہلکار بھی مل جاتے ہیں اور احمدیوں کو مختلف بہانوں سے ظلموں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ گذشتہ کچھ عرصے سے پھر یہ لوگ احمدیوں پر تحریف اور توہینِ قرآن کے من گھڑت مقدمے بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے بچائے اور جو احمدی اس غلط اور ظالمانہ الزام میں انہوں نے پکڑے ہوئے ہیں ان کی جلد رہائی کے بھی اللہ تعالیٰ سامان پیدا فرمائے۔

بہرحال جیسا کہ میں نے کہا کہ

اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کی روشنی ہی ہے جس سے قرآن کریم کے علوم و معارف کا پتہ چلتا ہے اور جماعت احمدیہ ہی ہے جو اس کام کو دنیا میں سرانجام دے رہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں قرآن کریم کی عظمت و اہمیت، مقام و مرتبہ کے متعلق اپنے ارشادات اور تصنیفات میں جو عرفان بیان فرمایا ہے اور عطا فرمایا ہے وہ میں آج بیان کروں گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ

قرآن کریم کی تعلیم کامل اور مکمل ہونے کے بارے میں

ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

’’میرا مذہب یہی ہے کہ قرآن اپنی تعلیم میں کامل ہے اور کوئی صداقت اس سے باہر نہیں کیونکہ اللہ

جلّ شانہٗ فرماتا ہے۔ وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَىۡءٍ (النحل:90) یعنی ہم نے تیرے پر وہ کتاب اتاری ہے جس میں ہر ایک چیز کا بیان ہے اور پھر فرماتا ہے مَا فَرَّطۡنَا فِى الۡكِتٰبِ مِنۡ شَىۡءٍ (الانعام:39) یعنی ہم نے اس کتاب سے کوئی چیز باہر نہیں رکھی لیکن ساتھ اس کے'' فرماتے ہیں کہ ساتھ اس کے ''یہ بھی میرا اعتقاد ہے کہ قرآن کریم سے تمام مسائل دینیہ کا استخراج و استنباط کرنا اور اس کی مجملات کی تفاصیل صحیحہ پر حسب منشاء الٰہی قادر ہونا ہر ایک مجتہد اور مولوی کا کام نہیں۔'' ہر ایک کو اس کا ملکہ نہیں دیا گیا کہ اس کی تفصیل اور تفسیر بیان کرے اور گہرائی میں جا کر اس کے علم و عرفان کے موتیوں کو نکال کے لائے۔ فرمایا ''بلکہ یہ خاص طور پر ان کا کام ہے جو وحی الٰہی سے بطور نبوت یا بطور ولایت عظمیٰ مدد دیئے گئے ہوں۔ سو ایسے لوگوں کے لئے جو استخراج و استنباط معارف قرآنی پر بِعِلَّتِ غَيۡرِ مُلۡهَم ہونے کے قادر نہیں ہو سکتے یہی سیدھی راہ ہے کہ وہ بغیر قصد استخراج و استنباط قرآن کے ان تمام تعلیمات کو جو سنن متوارثہ متعاملہ کے ذریعہ سے ملی ہیں بلا تامل و توقف قبول کر لیں۔''

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے صلاحیت ہی نہیں دی، علم ہی نہیں دیا، عرفان ہی نہیں دیا، ان کا یہ کام ہے کہ جو پرانے سابقہ مفسرین ہیں، ہمارے پرانے امام ہیں، بزرگ ہیں، جو تقویٰ پر چلنے والے لوگ تھے، جنہوں نے تفاسیر لکھی ہیں، ان کو سامنے رکھیں، ان پہ عمل کریں۔ اور قرآن کریم کا ظاہری علم جتنا ہے اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں، بجائے اس کے کہ اپنے طور پہ غلط قسم کے نقطے نکالتے رہیں۔

فرمایا: ''اور جو لوگ وحی و ولایت عظمیٰ کی روشنی سے منور ہیں اور اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ کے گروہ میں داخل ہیں ان سے بلاشبہ عادت اللہ یہی ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً دقائق مخفیہ قرآن کے ان پر کھولتا رہتا ہے۔'' جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر قرآن کریم کے گہرے علم کھولتا رہتا ہے۔ ''اور یہ بات ان پر ثابت کر دیتا ہے کہ کوئی زائد تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز نہیں دی۔'' بعض لوگ کہتے ہیں حدیث جو ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جب قرآن کریم کا علم اور عرفان عطا فرماتا ہے تو اس سے پتا لگتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم سے باہر کوئی بات نہیں کی۔ فرمایا: ''بلکہ احادیث صحیحہ میں مجملات و اشارات قرآن کریم کی تفصیل ہے سو اس معرفت کے پانے سے اعجاز قرآن کریم ان پر کھل جاتا ہے۔'' حدیثیں ہیں ان میں بعض اشارے ایسے ملتے ہیں جس سے بعض آیتوں کی تفسیر ملتی ہے، تفصیل ملتی ہے اور قرآن کریم کا مضمون ان پر مزید کھلتا ہے۔ فرمایا: ''اور نیز ان آیاتِ بیّنات کی سچائی ان پر روشن ہو جاتی ہے جو اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے جو قرآن کریم سے کوئی چیز باہر نہیں۔''

(الحق مباحثہ لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 80-81)

اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے علم و معرفت کو عطا فرمانے کے لیے بھیجا ہے۔

پھر اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ

ہدایت کا اوّل ذریعہ قرآن ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میرا مذہب یہ ہے کہ تین چیزیں ہیں کہ جو تمہاری ہدایت کے لئے خدا نے تمہیں دی ہیں۔ سب سے اوّل قرآن ہے جس میں خدا کی توحید اور جلال اور عظمت کا ذکر ہے اور جس میں ان اختلافات کا فیصلہ کیا گیا ہے جو یہود اور نصاریٰ میں تھے جیسا کہ یہ اختلاف اور غلطی کہ عیسیٰ بن مریم صلیب کے ذریعہ قتل کیا گیا اور وہ لعنتی ہوا اور دوسرے نبیوں کی طرح اُس کا رفع نہیں ہوا۔'' یعنی یہودیوں کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اپنے قرب سے نہیں نوازا لیکن فرمایا ''اسی طرح قرآن میں منع کیا گیا ہے کہ بجز خدا کے۔'' ایک تو اس کی یہ نفی کر دی کہ حضرت عیسیٰ پہ جو الزام ہے وہ غلط ہے۔ دوسرا فرمایا قرآن میں منع کیا گیا ہے کہ بجز خدا کے ''تم کسی چیز کی عبادت کرو، نہ انسان کی نہ حیوان کی نہ سورج کی نہ چاند کی اور نہ کسی اَور ستارہ کی اور نہ اسباب کی اور نہ اپنے نفس کی۔'' ہر قسم کے شرک سے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مناہی فرمائی، اس کی تلقین فرمائی اور بڑا کھل کر فرمایا ''سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور

قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو (700) حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو''

قرآن کو تدبر سے پڑھو'' اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا'' ہے۔ فرماتے ہیں کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے الہاماً فرمایا ہے'' کہ اَلۡخَيۡرُ كُلُّهٗ فِى الۡقُرۡاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اَور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں

تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اَور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔''

جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ ہدایت کے لیے، دینی ہدایت کے لیے قرآن کا واسطہ بہرحال ضروری ہے۔

جس کی یہ تعلیم اور خیال ہوں، جو اپنے ماننے والوں کو اس طرح نصیحت کرے، کیا وہ قرآن کریم میں کسی بھی قسم کی تحریف کر سکتا ہے؟ ان کو کچھ تو عقل کے ناخن لینے چاہئیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

''خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے، یہ بڑی دولت ہے، اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔'' ایک خون کے لوتھڑے کی طرح تھی۔ ''قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔ انجیل کے لانے والا وہ روح القدس تھا جو کبوتر کی شکل پر ظاہر ہوا جو ایک ضعیف اور کمزور جانور ہے'' یہی کہا جاتا ہے ناں کہ کبوتر کی شکل میں حضرت جبرئیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آئے۔ فرمایا یہ تو کمزور پرندہ ہے ''جس کو بلی بھی پکڑ سکتی ہے۔ اسی لئے عیسائی دن بدن کمزوری کے گڑھے میں پڑتے گئے اور روحانیت ان میں باقی نہ رہی'' اور اب تو یہ حال ہے کہ جو اعداد و شمار سامنے آ رہے ہیں کہ عیسائیوں کی اکثریت ہے جو عیسائیت سے ہی انکاری ہو رہے ہیں اور عیسائیت کو چھوڑ رہے ہیں اس لیے کہ ان کو روحانیت نہیں مل رہی۔ اور مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ باوجود قرآن ہونے کے اس پر عمل نہ کر کے اس کی روحانیت سے فائدہ نہیں اٹھا رہے اور جس شخص کو اس علم و معرفت کے پھیلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اس کو ماننے سے انکاری ہیں۔ فرماتے ہیں'' کیونکہ تمام ان کے ایمان کا مدار کبوتر پر تھا مگر قرآن کا روح القدس اس عظیم الشان شکل میں ظاہر ہوا تھا جس نے زمین سے لے کر آسمان تک اپنے وجود سے تمام ارض و سما کو بھر دیا تھا۔ پس کجا وہ کبوتر اور کجا یہ تجلّی عظیم جس کا قرآن شریف میں بھی ذکر ہے

قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے۔''

اگر صحیح طرح اس پہ، اس کے حکموں پر عمل کیا جائے تو ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے۔ ''اگر صُوری یا معنوی اعراض نہ ہو قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔'' یعنی

اگر مکمل طور پر قرآن کریم کی تعلیم پر عمل ہو اور اس کے ہر حکم کی پابندی ہو تو نبیوں کے رنگ میں انسان رنگین ہوسکتا ہے۔ یہ ایک انتہائی مقام ہے جس سے انسان قرآن کریم کی برکات سے فیض پا سکتا ہے۔

فرمایا: ’’بجز قرآن کس کتاب نے اپنی ابتدا میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دعا سکھلائی اور یہ امید دی کہ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ (الفاتحہ:7،6) یعنی ہمیں اپنی اُن نعمتوں کی راہ دکھلا جو پہلوں کو دکھلائی گئی جو نبی اور رسول اور صدیق اور شہید اور صالح تھے‘‘ فرماتے ہیں: ’’پس اپنی ہمتیں بلند کرلو اور قرآن کی دعوت کو ردّ مت کرو کہ وہ تمہیں وہ نعمتیں دینا چاہتا ہے جو پہلوں کو دی تھیں۔‘‘
(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 27-26)

اسی طرح قرآن کے بعد دوسری ہدایت کا ذریعہ آپؑ نے فرمایا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور تیسرا ذریعہ حدیث ہے کیونکہ وہ بہت عرصے کے بعد، کئی سال کے بعد بلکہ سو سال سے زیادہ عرصے کے بعد آئیں۔ بشرطیکہ یہ حدیثیں قرآن اور سنت کے منافی نہ ہوں۔

قرآن کریم کی عزت و تکریم کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔

اس کی تفصیل میں آپؑ نے فرمایا:

’’تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے‘‘

قرآن کریم سے بالکل کنارہ کشی نہ کرلو۔ اس پہ عمل کرنا بالکل چھوڑ نہ دو۔ یہ نہ ہو کہ بالکل عمل ہی نہ کرو۔ اس کو پڑھو، باقاعدگی سے پڑھو۔ اس کی نصائح پر عمل کرو۔ کیونکہ ’’جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔‘‘

ایمان میں ایسی مضبوطی ہوتی ہے کہ اس دنیا میں انسان پر اس کی روشنی ظاہر ہو جاتی ہے۔ ہر ظلمت کا مقابلہ کرنے کے لیے انسان تیار ہو جاتا ہے۔ جس کی تازہ مثال ہمیں گذشتہ دنوں ہمارے برکینا فاسو کے شہید بھائیوں میں ملتی ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں: ’’نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اَور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اَور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔‘‘
(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13-14)

ایک اَور الزام جو ہے اس کا بھی اس میں ردّ کر دیا کہ ہم نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں۔

پھر

قرآن شریف کے خاتَم الکتب ہونے کے بارے میں

آپؑ فرماتے ہیں کہ

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتَم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتَم الکتب۔ اب کوئی اَور کلمہ یا کوئی اَور نماز نہیں ہوسکتی۔ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کر کے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اُس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی۔ جو اس کو چھوڑے گا وہ جہنم میں جاوے گا۔ یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس امّت کے لئے مخاطبات اور مکالمات کا دروازہ کھلا ہے۔‘‘ اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے، مخاطب ہوتا ہے۔ یہ دروازہ کھلا ہے، بند نہیں ہوگیا۔ ’’اور یہ دروازہ گویا قرآن مجید کی سچائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر ہر وقت تازہ شہادت ہے اور اس کے لئے خدا تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ ہی میں یہ دعا سکھائی ہے: اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ (الفاتحہ:7،6)‘‘ فرمایا کہ ’’اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ کی راہ کے لئے جو دعا سکھائی تو اس میں انبیاء علیہم السلام کے کمالات کے حصول کا اشارہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو کمال دیا گیا وہ معرفت الٰہی ہی کا کمال تھا اور یہ نعمت ان کو مکالمات اور مخاطبات سے ملی تھی، اسی کے تم بھی خواہاں رہو۔ پس اس نعمت کے لئے یہ خیال کرو کہ قرآن شریف اس دعا کی تو ہدایت کرتا ہے مگر اس کا ثمرہ کچھ بھی نہیں یا اس امت کے کسی فرد کو بھی یہ شرف نہیں مل سکتا۔‘‘ ایک تو یہ دعا کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ تم سب دعا کرو اور جو اس مقام تک پہنچے ہیں ان کو یہ مقام مل سکتے ہیں لیکن آپؑ فرماتے ہیں کہ عجیب حالت ہے مسلمانوں کی کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ دعا سکھلائی ہے اور پھر یہ کہتے ہیں کسی ایک شخص کو بھی کجا یہ کہ بہت ساروں کو ملے، ایک شخص کو بھی یہ مقام نہیں مل سکتا۔ ایک شخص بھی امّت میں ایسا نہیں جس کو یہ مقام مل سکے۔ فرمایا: ’’اور قیامت تک یہ دروازہ بند ہوگیا ہے۔‘‘ ان لوگوں کے نزدیک۔ ’’بتاؤ اس سے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ثابت ہوگی یا کوئی خوبی ثابت ہوگی؟‘‘ الزام تو ہمیں دیتے ہو۔ اب تم بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی سکھائی ہوئی دعا ہے اس کے باوجود تم جو دروازے بند کر رہے ہو تو اس کی ہتک کا مرتکب کون ہو رہا ہے؟ تم یا ہم؟ فرمایا: ’’میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے وہ اسلام کو بدنام کرتا ہے اور اس نے مغز شریعت کو سمجھا ہی نہیں۔ اسلام کے مقاصد میں سے تو یہ امر تھا کہ انسان صرف زبان ہی سے وحدہٗ لاشریک نہ کہے بلکہ درحقیقت سمجھ لے اور بہشت دوزخ پر خیالی ایمان نہ ہو بلکہ فی الحقیقت اسی زندگی میں وہ بہشتی کیفیات پر اطلاع پالے۔‘‘ ایسی نیکیاں ہوں کہ یہ زندگی بھی جنت بن جائے ’’اور ان گناہوں سے جن میں وحشی انسان مبتلا ہیں نجات پالے۔‘‘ فرمایا: ’’یہ عظیم الشان مقصد اسلام کا تھا اور ہے اور یہ ایسا پاک مطہر مقصد ہے کہ کوئی دوسری قوم اس کی نظیر اپنے مذہب میں پیش نہیں کرسکتی اور نہ اس کا نمونہ دکھا سکتی ہے۔ کہنے کو تو ہر ایک کہہ سکتا ہے مگر وہ کون ہے جو دکھا سکتا ہو؟‘‘
(لیکچر لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 285-286 ایڈیشن 2021ء)

پس آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں کو اس معیار کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ دنیا کو بتانے کی ضرورت ہے، ہم پر کفر کے فتوے لگانے والوں کو دکھانے کی ضرورت ہے کہ احمدی صرف پرانے قصوں ہی کو بیان نہیں کرتے بلکہ آج بھی زندہ کتاب اور زندہ رسول کے ماننے والوں پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے اترنے پر یقین رکھتے ہیں۔ اس بات پہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آج بھی بولتا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبیؐ دیا جو خاتَم المؤمنینؐ، خاتَم العارفینؐ اور خاتَم النبیینؐ ہے اور اسی طرح پر وہ کتاب اُس پر نازل کی جو جامع الکتب اور خاتم الکتب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتَم النبیین ہیں اور آپؐ پر نبوت ختم ہوگئی۔ تو یہ نبوت اس طرح پر ختم نہیں ہوئی جیسے کوئی گلا گھونٹ کر ختم کر دے۔ ایسا ختم قابل فخر نہیں ہوتا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے سے یہ مراد ہے کہ طبعی طور پر آپؐ پر کمالات

نبوت ختم ہو گئے۔ یعنی وہ تمام کمالات متفرقہ جو آدمؑ سے لے کر مسیحؑ ابن مریمؑ تک نبیوں کو دیئے گئے تھے کسی کو کوئی اور کسی کو کوئی وہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کر دیئے گئے اور اس طرح پر طبعاً آپؐ خاتم النبیین ٹھہرے۔ اور ایسا ہی وہ جمیع تعلیمات، وصایا اور معارف جو مختلف کتابوں میں چلے آتے ہیں وہ قرآن شریف پر آ کر ختم ہو گئے اور قرآن شریف خاتم الکتب ٹھہرا۔“

(ملفوظات جلد1 صفحہ 341-342 ایڈیشن 1984ء)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

”خاتم النبیین کا لفظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولا گیا ہے بجائے خود چاہتا ہے اور بالطبع اسی لفظ میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے وہ بھی خاتم الکتب ہو اور سارے کمالات اس میں موجود ہوں اور حقیقت میں وہ کمالات اس میں موجود ہیں۔

کیونکہ کلام الٰہی کے نزول کا عام قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ جس قدر قوت قدسی اور کمال باطنی اس شخص کا ہوتا ہے جس پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے اسی قدر قوت اور شوکت اس کلام کی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور کمال باطنی چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا تھا جس سے بڑھ کر کسی انسان کا نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔“ ایسا اعلیٰ درجہ کا کمال ہے کہ نہ کبھی ہوا نہ آئندہ ہوگا۔ ہم پر نعوذ باللہ الزام ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپؐ سے بڑا سمجھتے ہیں اور ہم توہینِ رسالت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔ ان الفاظ کے بعد کوئی عقلمند اور انصاف پسند یہ نہیں کہہ سکتا کہ احمدی کسی بھی طرح توہین رسالت کے مرتکب ہیں۔ فرمایا

”اس لئے قرآن شریف بھی تمام پہلی کتابوں اور صحائف سے اُس اعلیٰ مقام اور مرتبہ پر واقع ہوا ہے جہاں تک کوئی دوسرا کلام نہیں پہنچا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد اور قوت قدسی سب سے بڑھی ہوئی تھی اور تمام مقاماتِ کمال آپؐ پر ختم ہو چکے تھے اور آپؐ انتہائی نقطہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ اس مقام پر قرآن شریف جو آپؐ پر نازل ہوا کمال کو پہنچا ہوا ہے اور

جیسے نبوت کے کمالات آپؐ پر ختم ہو گئے اسی طرح پر اعجاز کلام کے کمالات قرآن شریف پر ختم ہو گئے۔ آپؐ خاتم النبیین ٹھہرے اور آپ کی کتاب خاتم الکتب ٹھہری۔“

فرمایا ”جس قدر مراتب اور وجوہ اعجاز کلام کے ہو سکتے ہیں۔ ان سب کے اعتبار سے آپ کی کتاب انتہائی نقطہ پر پہنچی ہوئی ہے۔“ جو بھی مرتبہ ہو، جو بھی وجوہات کسی کلام کی بڑائی کی اور اعجاز کی ہوسکتی ہیں وہ سب اس میں موجود ہیں۔

”یعنی کیا باعتبار فصاحت و بلاغت، کیا باعتبار ترتیب مضامین، کیا باعتبار تعلیم، کیا باعتبار کمالات تعلیم، کیا باعتبار ثمرات تعلیم، غرض جس پہلو سے دیکھو اسی پہلو سے قرآن شریف کا کمال نظر آتا ہے اور اس کا اعجاز ثابت ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے کسی خاص امر کی نظیر نہیں مانگی۔ بلکہ عام طور پر نظیر طلب کی ہے۔ یعنی جس پہلو سے چاہو مقابلہ کرو۔ خواہ بلحاظ فصاحت و بلاغت۔“ خاص پہلو کو نہیں مانگا۔ کسی طرح آؤ قرآن شریف سے مقابلہ کرلو۔ قرآن شریف میں ہر قسم کے مضامین موجود ہیں۔ ”خواہ بلحاظ فصاحت و بلاغت، خواہ بلحاظ مطالب و مقاصد، خواہ بلحاظ تعلیم، خواہ بلحاظ پیشگوئیوں اور غیب کے جو قرآن شریف میں موجود ہیں۔ غرض کسی رنگ میں دیکھو، یہ معجزہ ہے۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 36-37 ایڈیشن 1984ء)

پھر ایک مجلس میں آپؑ نے فرمایا:

”یہ بات ہرگز ہرگز بھول جانے کے قابل نہیں ہے کہ قرآن شریف جو خاتم الکتب ہے دراصل قصوں کا مجموعہ نہیں ہے۔ جن لوگوں نے اپنی غلط فہمی اور حق پوشی کی بناء پر قرآن شریف کو قصوں کا مجموعہ کہا ہے انہوں نے حقائق شناس فطرت سے حصہ نہیں پایا۔ ورنہ اس پاک کتاب نے تو پہلے قصوں کو بھی ایک فلسفہ بنا دیا ہے“ جو قصے بیان ہوئے ہیں وہ بھی اس طرح بیان کیے ہیں کہ وہ ایک فلسفہ ہے۔ ان میں ایک سبق ہے۔ ایک گہرائی ہے۔ فرمایا: ”اور یہ اس کا احسانِ عظیم ہے ساری کتابوں اور نبیوں پر“ کہ ان قصوں کو بھی اس نے فلسفہ بنا دیا ”ورنہ آج ان باتوں پر ہنسی کی جاتی اور

یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس علمی زمانہ میں جبکہ موجوداتِ عالم کے حقائق اور خواص الاشیاء کے علوم ترقی کر رہے ہیں اس نے آسمانی علوم اور کشفِ حقائق کے لئے ایک سلسلہ کو قائم کیا“ ہے۔

بڑے بڑے علوم کے ماہرین پیدا ہو رہے ہیں، مختلف قسم کی سائنس کے مضامین ہیں۔ دوسرے مضامین ہیں۔ دنیا ترقی کر رہی ہے۔ مزید تحقیقیں ہو رہی ہیں۔ اس کے لیے سلسلہ قائم کر دیا اور اس سلسلہ میں پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی تفسیر قرآن کریم کے علم سے ہی علم حاصل کر کے، اس کی تعلیم سے ہی علم حاصل کر کے بیان فرمائی ہے کہ کس طرح سائنس اور مذہب میں ایک یکجائی ہے۔ فرمایا ”جس نے ان تمام باتوں کو جو فیج اعوج کے زمانہ میں ایک معمولی قصوں سے بڑھ کر وقعت نہ رکھتی تھیں اور اس سائنس کے زمانہ میں ان پر ہنسی ہو رہی تھی۔“ فرمایا کہ ”علمی پیرایہ میں ایک فلسفہ کی صورت میں پیش کیا۔“ جو اندھیرا زمانہ تھا، ایک جہالت کا زمانہ تھا۔ اسلام میں اکا دکا علماء نظر آتے تھے۔ اس وقت کی یہ باتیں پھیلی ہوئی ہیں۔ لوگ ہنستے تھے، سائنسدان ہنستے تھے کہ یہ کیا ہے؟ لیکن آپؑ کو بھیج کر اور اس کی تفسیر جو آپؑ نے بیان کی، جو تشریح بیان فرمائی اور جس طرح اس کا عرفان بیان فرمایا۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 153 ایڈیشن 1984ء)

مسلمانوں کو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے اس زمانے میں اپنے وعدے کے مطابق قرآن کریم کی حقیقی تعلیم کو بیان کرنے کے لیے اپنے فرستادے کو بھیجا جس نے اسلام کی تعلیم کے اوپر جو جہالت کے الزامات تھے ان سب کو دُور کر دیا۔

پھر

قرآن کریم پر ایمان اور اس کی پیروی کو آپؑ کس قدر ضروری خیال فرماتے تھے اور اس کو ایمان کا حصہ یقین رکھتے تھے

اس کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میں قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ذرا اِدھر اُدھر ہونا بے ایمانی سمجھتا ہوں۔ میرا عقیدہ یہی ہے کہ جو اس کو ذرا بھی چھوڑے گا وہ جہنمی ہے۔“ فرمایا کہ میں نے ”پھر اس عقیدہ کو نہ صرف تقریروں میں بلکہ ساٹھ کے قریب اپنی تصنیفات میں بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے اور دن رات مجھے یہی فکر اور خیال رہتا ہے۔“

(لیکچر لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 259)

آپؑ نے فرمایا کہ ہمارے مخالفین جھٹ کفر کا فتویٰ ہم پر لگا دیتے ہیں۔ اگر ہماری طرف سے کوئی بات سنتے ہیں تو انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے ہم سے پوچھتے کہ یہ بات تم نے کی ہے یا نہیں کی اور اگر کی ہے تو یہ تو اسلام کے مطابق نہیں ہے اس کی وضاحت کرو۔ لیکن نہیں۔ فرمایا کہ ان کو ذرا بھی پرواہ نہیں ہے۔ صرف کفر کے فتوے لگانے پر تلے ہوئے ہیں۔

(ماخوذ از لیکچر لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 259)

پس ہم نے تو جو بیان کیا اسلام کی اور قرآن کی تعلیم کی روشنی میں کیا ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے اور اسی کے مطابق ہم عمل کرتے ہیں۔

قرآن شریف اور قانون قدرت کی ہم آہنگی

کو بیان فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

”پاک اور کامل تعلیم قرآن شریف کی ہے جو انسانی درخت کی ہر ایک شاخ کی پرورش کرتی ہے اور قرآن شریف صرف ایک پہلو پر زور نہیں ڈالتا بلکہ کبھی تو عفو اور درگزر کی تعلیم دیتا ہے مگر اس شرط سے کہ عفو کرنا قرین مصلحت ہو اور کبھی مناسب محل اور وقت کے مجرم کو سزا دینے کے لئے فرماتا ہے۔“ کبھی معاف کرنے کی طرف فرماتا ہے اور کبھی سزا دینے کی طرف۔ ”پس درحقیقت قرآن شریف خدا تعالیٰ کے اس قانون قدرت کی تصویر ہے جو ہمیشہ ہماری نظر کے سامنے ہے۔ یہ بات نہایت معقول ہے کہ خدا کا قول اور

فعل دونوں مطابق ہونے چاہئیں یعنی جس رنگ اور طرز پر دنیا میں خدا تعالیٰ کا فعل نظر آتا ہے ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ کی سچی کتاب اپنے فعل کے مطابق تعلیم کرے۔‘‘ عام قانون قدرت ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ معاف فرماتا ہے۔ کہیں سزا دیتا ہے۔ کبھی چھوڑ رہا ہوتا ہے اور وہی جو اصول ہے وہ دینی تعلیم میں بھی ہونا چاہیے۔ اپنی اس مذہبی کتاب میں بھی ہونا چاہیے اور قرآن شریف میں ہے۔ فرمایا: ’’نہ یہ کہ فعل سے کچھ اَور ظاہر ہو اور قول سے کچھ اَور ظاہر ہو۔ خدا تعالیٰ کے فعل میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہمیشہ نرمی اور درگزر نہیں بلکہ وہ مجرموں کو طرح طرح کے عذابوں سے سزایاب بھی کرتا ہے ایسے عذابوں کا پہلی کتابوں میں بھی ذکر ہے۔ ہمارا خدا صرف حلیم خدا نہیں بلکہ وہ حکیم بھی ہے اور اس کا قہر بھی عظیم ہے۔ سچی کتاب وہ کتاب ہے جو اس کے قانون قدرت کے مطابق ہے اور سچا قولِ الٰہی وہ ہے جو اس کے فعل کے مخالف نہیں۔ ہم نے کبھی مشاہدہ نہیں کیا کہ خدا نے اپنی مخلوق کے ساتھ ہمیشہ حلم اور درگزر کا معاملہ کیا ہو اور کوئی عذاب نہ آیا ہو۔ اب بھی ناپاک طبع لوگوں کے لئے خدا تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے ایک عظیم الشان اور ہیبت ناک زلزلہ کی خبر دے رکھی ہے جو ان کو ہلاک کرے گا۔‘‘

(چشمہ مسیحی، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 346-347)

یہ اس وقت تھا جب زلزلے کی آپؑ نے پیشگوئی فرمائی تھی۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

’’دنیا میں ایک قرآن ہی ہے جس نے خدا کی ذات اور صفات کو خدا کے اس قانون قدرت کے مطابق ظاہر فرمایا ہے جو خدا کے فعل سے دنیا میں پایا جاتا ہے اور جو انسانی فطرت اور انسانی ضمیر میں منقوش ہے۔

عیسائی صاحبوں کا خدا صرف انجیل کے ورقوں میں محبوس ہے اور جس تک انجیل نہیں پہنچی وہ اس خدا سے بے خبر ہے لیکن جس خدا کو قرآن پیش کرتا ہے اس سے کوئی شخص ذوی العقول میں سے بے خبر نہیں۔ اس لئے سچا خدا وہی خدا ہے جس کو قرآن نے پیش کیا ہے۔‘‘ جو دنیا میں کہیں بھی رہنے والے ہیں، کسی بھی مذہب کے ماننے والے ہیں، دہریہ بھی ہیں، وہ بھی دنیا کی بناوٹ دیکھ کے کچھ نہ کچھ حد تک یقین رکھتے ہیں کہ خدا ہے اور اکثریت تو اپنے اپنے قبائلی مذہب کے لحاظ سے بھی یقین رکھتی ہے۔ بہرحال آپؑ نے فرمایا کہ قرآن کریم کا خدا تو یہ ہے جو اپنے آپ کو خود ظاہر کرتا ہے۔ ’’جس کی شہادت انسانی فطرت اور قانونِ قدرت دے رہا ہے۔‘‘ عیسائیوں کی طرح نہیں ہے۔

(چشمہ مسیحی، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 350 حاشیہ)

فرماتے ہیں:

’’سچا وہی مذہب ہے کہ جو اس زمانہ میں بھی خدا کا سننا اور بولنا دونوں ثابت کرتا ہے۔ غرض سچے مذہب میں خدا تعالیٰ اپنے مکالمہ مخاطبہ سے اپنے وجود کی آپ خبر دیتا ہے۔ خدا شناسی ایک نہایت مشکل کام ہے دنیا کے حکیموں اور فلاسفروں کا کام نہیں ہے جو خدا کا پتہ لگاویں کیونکہ زمین و آسمان کو دیکھ کر صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اِس ترکیب محکم اور ابلغ کا کوئی صانع ہونا چاہئے مگر یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ فی الحقیقت وہ صانع موجود بھی ہے۔ اور ہونا چاہئے اور ہے میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔ پس اس وجود کا واقعی طور پر پتہ دینے والا صرف قرآن شریف ہے جو صرف خدا شناسی کی تاکید نہیں کرتا بلکہ آپ دکھلا دیتا ہے۔ اور کوئی کتاب آسمان کے نیچے ایسی نہیں ہے کہ اس پوشیدہ وجود کا پتہ دے۔‘‘

(چشمہ مسیحی، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 352)

اللہ تعالیٰ کے وجود کے بارے میں قرآن شریف میں ثبوت موجود ہیں۔

قرآن کریم کی انجیل اور دوسری مذہبی کتب پر برتری

ثابت کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

’’قرآن شریف ایک کامل اور زندہ اعجاز ہے اور کلام کا معجزہ ایسا معجزہ ہوتا ہے کہ کبھی اور کسی زمانہ میں وہ پرانا نہیں ہوسکتا اور نہ فنا کا ہاتھ اس پر چل سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا اگر آج نشان دیکھنا چاہیں تو کہاں ہے؟ کیا یہودیوں کے پاس وہ عصا ہے اور اس میں کوئی قدرت اس وقت بھی سانپ بننے کی موجود ہے وغیرہ وغیرہ۔ غرض جس قدر معجزات کل نبیوں سے صادر ہوئے ان کے ساتھ ہی ان معجزات کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ایسے ہیں کہ وہ ہر زمانہ میں اور ہر وقت تازہ بتازہ اور زندہ موجود ہیں۔ ان معجزات کا زندہ ہونا اور ان پر موت کا ہاتھ نہ چلنا صاف طور پر اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی زندہ نبی ہیں۔ اور حقیقی زندگی یہی ہے جو آپؐ کو عطا ہوئی ہے اور کسی دوسرے کو نہیں ملی۔ آپؐ کی تعلیم اس لئے زندہ تعلیم ہے کہ اس کے ثمرات اور برکات اس وقت بھی ویسے ہی موجود ہیں جو آج سے تیرہ سو سال پیشتر موجود تھے۔ دوسری کوئی تعلیم ہمارے سامنے اس وقت ایسی نہیں ہے جس پر عمل کرنے والا یہ دعویٰ کر سکے کہ اس کے ثمرات اور برکات اور فیوض سے مجھے دیا گیا ہے اور میں ایک آیۃ اللہ ہوگیا ہوں۔ لیکن

ہم خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے قرآن شریف کی تعلیم کے ثمرات اور برکات کا نمونہ اب بھی موجود پاتے ہیں اور ان تمام آثار اور فیوض کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع سے ملتے ہیں اب بھی پاتے ہیں۔

چنانچہ

خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کو اس لئے قائم کیا ہے تاوہ اسلام کی سچائی پر زندہ گواہ ہو اور ثابت کرے کہ وہ برکات اور آثار اس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل اتباع سے ظاہر ہوتے ہیں جو تیرہ سو برس پہلے ظاہر ہوتے تھے۔

چنانچہ صدہا نشان اس وقت تک ظاہر ہو چکے ہیں اور‘‘ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعض کتب میں یہ نشانات ظاہر بھی فرمائے ہیں، لکھ کر بیان فرمائے ہیں اور

جماعت پر چڑھنے والا ہر دن بھی اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ یہ جو پیشگوئیاں آپؑ نے فرمائیں وہ کس طرح پوری ہو رہی ہیں۔

بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام آگے فرماتے ہیں: ’’ہر قوم اور ہر مذہب کے سرگروہوں کو ہم نے دعوت کی ہے کہ وہ ہمارے مقابلہ میں آ کر اپنی صداقت کا نشان دکھائیں۔ مگر ایک بھی ایسا نہیں کہ جن سے اپنے مذہب کی سچائی کا کوئی نمونہ عملی طور پر دکھائے۔

ہم خدا تعالیٰ کے کلام کو کامل اعجاز مانتے ہیں اور ہمارا یقین اور دعویٰ ہے کہ کوئی دوسری کتاب اس کے مقابل نہیں ہے۔

میں علیٰ وجہ البصیرۃ کہتا ہوں کہ قرآن شریف کا کوئی امر پیش کریں۔ وہ اپنی جگہ پر ایک نشان اور معجزہ ہے۔

مثلاً تعلیم ہی کو دیکھیں تو وہ عظیم الشان معجزہ نظر آتی ہے اور فی الواقع معجزہ ہے۔ ایسے حکیمانہ نظام اور فطری تقاضوں کے موافق واقع ہوئی ہے کہ دوسری تعلیم اس کے ساتھ ہرگز ہرگز مقابلہ نہیں کرسکتی۔ قرآن شریف کی تعلیم پہلی ساری تعلیموں کی متمم اور مکمل ہے۔ اس وقت صرف ایک پہلو تعلیم کا دکھا کر مَیں ثابت کرتا ہوں کہ قرآن شریف کی تعلیم اعلیٰ درجہ پر واقع ہوئی ہے اور معجزہ ہے۔ مثلاً توریت کی تعلیم‘‘ فرمایا کہ ’’(حالات موجودہ کے لحاظ سے کہو یا ضروریات وقت کے موافق)‘‘ جو توریت کی تعلیم ہے اس ’’کا سارا زور قصاص اور بدلہ پر ہے۔ جیسے آنکھ کے بدلہ آنکھ اور دانت کے بدلہ دانت اور بالمقابل انجیل کی تعلیم‘‘ ہے جس ’’کا سارا زور عفو، صبر اور درگزر پر تھا اور یہاں تک اس میں تاکید کی کہ اگر کوئی ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسری بھی اس کی طرف پھیر دو۔ کوئی ایک کوس بیگار لے جاوے تو دو کوس چلے جاؤ۔ کُرتہ مانگے تو چُغہ بھی دے دو۔ اسی طرح پر ہر باب میں توریت اور انجیل کی تعلیم میں یہ بات نظر آئے گی کہ توریت افراط کا پہلو لیتی ہے اور انجیل تفریط کا۔ مگر قرآن شریف ہر موقع اور محل پر حکمت اور وسط کی تعلیم دیتا ہے۔ جہاں دیکھو، جس

بارہ میں قرآن کی تعلیم پر نگاہ کرو تو معلوم ہو گا کہ وہ محل اور موقع کا سبق دیتا ہے۔ اگرچہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ نفسِ تعلیم سب کا ایک ہی ہے۔ لیکن اس میں کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ توریت اور انجیل میں سے ہر ایک کتاب نے ایک ایک پہلو پر زور دیا ہے مگر فطرت انسانی کے تقاضے کے موافق صرف قرآن شریف نے تعلیم دی ہے۔ یہ کہنا کہ توریت کی تعلیم افراط کے مقام پر ہے۔ اس لئے وہ خدا کی طرف سے نہیں یہ صحیح نہیں ہے۔'' یہ بھی غلط ہے کہ ہم کہیں کہ یہ تعلیم خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ وہ تعلیم توریت کی بھی خدا کی طرف سے ہے۔''اصل بات یہ ہے کہ اس وقت کی ضرورتوں کے لحاظ سے ایسی تعلیم بے کار تھی اور چونکہ توریت یا انجیل قانون مختص المقام کی طرح تھیں۔'' یعنی جو balanced تعلیم تھی اب ملی ہے وہ اس وقت بیکار تھی۔ اس زمانے میں ضرورت تھی اس تعلیم کی جو توریت میں دی گئی۔ اور چونکہ توریت یا انجیل قانون مختص المقام کی طرح تھیں۔ جو انجیل اور توریت کی تعلیم ہے وہ اس جگہ کے لیے تھیں، وہیں کے لیے مخصوص تھیں''اس لئے ان تعلیموں میں دوسرے پہلوؤں کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ لیکن قرآن شریف چونکہ تمام دنیا اور تمام نوع انسان کے واسطے تھا اس لئے اس تعلیم کو ایسے مقام پر رکھا جو فطرت انسانی کے صحیح تقاضوں کے موافق تھی اور یہی حکمت ہے کیونکہ حکمت کے معنی ہیں وَضْعُ الشَّیءِ فِیْ مَحَلِّہٖ یعنی کسی چیز کو اس کے اپنے محل پر رکھنا۔ پس یہ حکمت قرآن شریف نے ہی سکھلائی ہے۔

توریت جیسا کہ بیان کیا ہے ایک بے جا سختی پر زور دے رہی تھی اور انتقامی قوت کو بڑھاتی تھی اور انجیل بالمقابل بیہودہ عفو پر زور مارتی تھی۔ قرآن شریف نے ان دونوں کو چھوڑ کر حقیقی تعلیم دی۔ جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُھَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰہِ (الشوریٰ:41) یعنی بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے لیکن جو شخص معاف کر دے اور اس معاف کرنے میں اصلاح مقصود ہو۔ اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 37 تا 40 ایڈیشن 1984ء)

یہ جرأت اور نشانات کے ساتھ آپؑ کا قرآن کریم کی تمام ادیان پر برتری ثابت کرنا اُس وقت تھا جب اس ملک میں انگریزوں کی حکومت تھی۔ چرچ کا زور تھا۔ پھر بھی آپؑ نے قرآن کریم کی برتری کا کھلا کھلا چیلنج دیا اور کسی خوف کو قریب بھی نہ آنے دیا کیونکہ

آپؑ اللہ تعالیٰ کے وہ فرستادے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں بھیجا ہے اور اس مقصد کے لیے بھیجا تھا کہ وہ تعلیم کو پھیلائیں۔

اور یہی چیز ہم آپؑ کے لٹریچر میں اور تعلیم میں دیکھتے ہیں اور اسی چیز کو آج ہم، جماعت احمدیہ بھی آگے پھیلا رہی ہے۔ اور جماعت احمدیہ پر الزام لگانے والے یہ کہتے ہیں کہ احمدی قرآن کریم کی تحریف اور توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

قرآن کریم کی ضرورت اور اہمیت

بیان فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

''قرآن شریف کے وجود کی ضرورت پر ایک اور بڑی دلیل یہ ہے کہ پہلی تمام کتابیں موسیٰ کی کتاب توریت سے انجیل تک ایک خاص قوم یعنی بنی اسرائیل کو اپنا مخاطب ٹھہراتی ہیں اور صاف اور صریح لفظوں میں کہتی ہیں کہ ان کی ہدایتیں عام فائدہ کے لئے نہیں بلکہ صرف بنی اسرائیل کے وجود تک محدود ہیں۔ مگر

قرآن شریف کا مدنظر تمام دنیا کی اصلاح ہے اور اس کی مخاطب کوئی خاص قوم نہیں بلکہ کھلے کھلے طور پر بیان فرماتا ہے کہ وہ تمام انسانوں کے لئے نازل ہوا ہے اور ہر ایک کی اصلاح اس کا مقصود ہے۔

سو بلحاظ مخاطبین کے توریت کی تعلیم اور قرآن کی تعلیم میں بڑا فرق ہے۔ مثلاً توریت کہتی ہے کہ خون مت کر اور قرآن بھی کہتا ہے کہ خون مت کر اور بظاہر قرآن میں اسی حکم کا اعادہ معلوم ہوتا ہے جو توریت میں آ چکا ہے۔ مگر دراصل اعادہ نہیں بلکہ توریت کا یہ حکم صرف بنی اسرائیل سے تعلق رکھتا ہے اور صرف بنی اسرائیل کو خون سے منع فرماتا ہے دوسرے سے توریت کو کچھ غرض نہیں۔ لیکن قرآن شریف کا یہ حکم تمام دنیا سے تعلق رکھتا ہے اور تمام نوع انسان کو ناحق کی خون ریزی سے منع فرماتا ہے۔ اسی طرح تمام احکام میں قرآن شریف کی اصل غرض عامہ خلائق کی اصلاح ہے اور توریت کی غرض صرف بنی اسرائیل تک محدود ہے۔''

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 85)

پھر فرمایا: ''یہ دعویٰ پادریوں کا سراسر غلط ہے کہ ''قرآن توحید اور احکام میں نئی چیز کونسی لایا جو توریت میں نہ تھی''۔ بظاہر ایک نادان توریت کو دیکھ کر دھوکہ میں پڑے گا کہ توریت میں توحید بھی موجود ہے اور احکام عبادت اور حقوق عباد کا بھی ذکر ہے۔ پھر کونسی نئی چیز ہے جو قرآن کے ذریعہ سے بیان کی گئی۔ مگر یہ دھوکہ اسی کو لگے گا جس نے کلام الٰہی میں کبھی تدبر نہیں کیا۔ واضح ہو کہ الٰہیات کا بہت سا حصہ ایسا ہے کہ توریت میں اس کا نام و نشان نہیں۔ چنانچہ توریت میں توحید کے باریک مراتب کا کہیں ذکر نہیں۔ قرآن ہم پر ظاہر فرماتا ہے کہ توحید صرف اس بات کا نام نہیں کہ ہم بتوں اور انسانوں اور حیوانوں اور عناصر اور اجرام فلکی اور شیاطین کی پرستش سے باز رہیں بلکہ توحید تین درجہ پر منقسم ہے درجہ اوّل عوام کے لئے یعنی ان کے لئے جو خدا تعالیٰ کے غضب سے نجات پانا چاہتے ہیں۔ دوسرا درجہ خواص کے لئے یعنی ان کے لئے جو عوام کی نسبت زیادہ تر قرب الٰہی کے ساتھ خصوصیت پیدا کرنی چاہتے ہیں۔ اور تیسرا درجہ خواص الخواص کے لئے جو قرب کے کمال تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ اوّل مرتبہ توحید کا تو یہی ہے کہ غیر اللہ کی پرستش نہ کی جائے اور ہر ایک چیز جو محدود اور مخلوق معلوم ہوتی ہے خواہ زمین پر ہے خواہ آسمان پر اس کی پرستش سے کنارہ کیا جائے۔ دوسرا مرتبہ توحید کا یہ ہے کہ اپنے اور دوسروں کے تمام کاروبار میں مؤثرِ حقیقی خدا تعالیٰ کو سمجھا جائے اور اسباب پر اتنا زور نہ دیا جائے جس سے وہ خدا تعالیٰ کے شریک ٹھہر جائیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ زید نہ ہوتا تو میرا یہ نقصان ہوتا اور بکر نہ ہوتا تو میں تباہ ہو جاتا۔'' لوگوں پر یہ انحصار بھی شرک ہے۔ یہ توحید کے خلاف ہے۔ ''اگر یہ کلمات اس نیت سے کہے جائیں کہ جس سے حقیقی طور پر زید و بکر کو کچھ چیز سمجھا جائے تو یہ بھی شرک ہے۔ تیسری قسم توحید کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں اپنے نفس کے اغراض کو بھی درمیان سے اٹھانا اور اپنے وجود کو اس کی عظمت میں محو کرنا۔ یہ توحید توریت میں کہاں ہے۔ ایسا ہی توریت میں بہشت اور دوزخ کا کچھ ذکر نہیں پایا جاتا اور شاید کہیں کہیں اشارات ہوں۔ ایسا ہی توریت میں خدا تعالیٰ کی صفات کاملہ کا کہیں پورے طور پر ذکر نہیں۔ اگر توریت میں کوئی ایسی سورۃ ہوتی جیسا کہ قرآن شریف میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ۔ اَللّٰہُ الصَّمَدُ۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ۔ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ (الاخلاص:2 تا 5) ہے تو شاید عیسائی اس مخلوق پرستی کی بلا سے رک جاتے۔ ایسا ہی توریت نے حقوق کے مدارج کو پورے طور پر بیان نہیں کیا۔ لیکن قرآن نے اس تعلیم کو بھی کمال تک پہنچایا ہے۔ مثلاً وہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآیِٔ ذِی الْقُرْبٰی (النحل:91) یعنی خدا حکم کرتا ہے کہ تم عدل کرو اور اس سے بڑھ کر یہ کہ تم احسان کرو اور اس سے بڑھ کر یہ کہ تم لوگوں کی ایسے طور سے خدمت کرو کہ جیسے کوئی قرابت کے جوش سے خدمت کرتا ہے۔ یعنی بنی نوع سے تمہاری ہمدردی جوش طبعی سے ہو کوئی ارادہ احسان رکھنے کا نہ ہو جیسا کہ ماں اپنے بچہ سے ہمدردی رکھتی ہے۔ ایسا ہی توریت میں خدا کی ہستی اور اس کی واحدانیت اور اس کی صفات کاملہ کو دلائل عقلیہ سے ثابت کر کے نہیں دکھلایا۔ لیکن قرآن شریف نے ان تمام عقائد اور نیز ضرورت الہام اور نبوت کو دلائل عقلیہ سے ثابت کیا ہے اور ہر ایک بحث کو فلسفہ کے رنگ میں بیان کر کے حق کے طالبوں پر اس کا سمجھنا آسان کر دیا ہے اور یہ تمام دلائل ایسے کمال سے قرآن شریف میں پائے جاتے ہیں کہ کسی کی مقدور میں نہیں کہ مثلاً ہستی باری پر کوئی ایسی دلیل پیدا کر سکے کہ جو قرآن شریف میں موجود نہ ہو۔

ماسوا اس کے قرآن شریف کے وجود کی ضرورت پر ایک اور بڑی دلیل یہ ہے کہ پہلی تمام کتابیں موسیٰ کی کتاب توریت سے انجیل تک ایک خاص قوم یعنی بنی اسرائیل کو اپنا مخاطب ٹھہراتی ہیں اور صاف اور صریح لفظوں میں کہتی ہیں کہ ان کی ہدایتیں عام فائدہ کے لئے نہیں بلکہ صرف بنی اسرائیل کے وجود تک محدود ہیں۔ مگر قرآن شریف کا مدنظر تمام دنیا کی اصلاح ہے اور اس کی مخاطب کوئی خاص قوم نہیں بلکہ کھلے کھلے طور پر بیان فرماتا ہے کہ وہ تمام انسانوں کے لئے نازل ہوا ہے اور ہر ایک کی اصلاح اس کا مقصود ہے۔''

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 83-85)

قرآن کریم کے فضائل، مقام و مرتبہ اور برتری پر اَور بھی مختلف حوالے ہیں جو ان شاء اللہ آئندہ کبھی بیان ہوں گے۔

(الفضل انٹرنیشنل 24 فروری 2023ء صفحہ 5 تا 10)

مترجم: ابو سلطان

ڈائری عابد خان سے ایک ورق

اے چھاؤں چھاؤں شخص! تیری عمر ہو دراز

مہمانان سے ملاقات

روایتی کاروائی کی تکمیل پر حضور انور نے دعا کروائی، روایتی جاپانی کھانا مہمانان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جونہی کھانے کی ابتدائی ڈشیں پیش کی گئیں تو منہ میں پانی بھر آیا۔ اس لیے مہمانان سے ملنے سے پہلے میں نے کچھ تازہ prawns لیے جو بہت مزیدار تھے۔

اگلے نصف گھنٹہ میں مختلف مہمانوں سے ملاقات کرتا رہا اور جس طرح انہوں نے اپنے جذبات کا اظہار کیا اور یہ کہ حضور انور کے خطاب نے ان پر کیا اثر کیا ہے، بہت شاندار تھا۔

میں ایک دوست سے ملا جن کا نام Mr: Itesen تھا جو حضور انور کا خطاب سننے کے بعد بہت جذباتی ہو رہے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ اپنے تئیں کس قدر خوش قسمت اور سعادت مند خیال کر رہے ہیں کہ حضور انور نے انہیں جاپان تشریف لا کر شرف بخشا ہے اور ان کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس کروایا ہے۔ انہوں نے کہا ’’عام طور پر ہمیں مسلمانوں کو ملنے کا موقع نہیں ملتا لیکن آج ہم دنیا کے سب سے عظیم مسلمان سے ملے ہیں۔ ہم کس قدر خوش قسمت ہیں! خلیفہ کو دیکھوں تو مجھے سچائی، امانت داری اور حکمت نظر آتی ہے۔ آپ کی جاپان تشریف آوری کا مقصد ہمیں امن کا پیغام دینا ہے اور اسلام کی سچائی کے بارے میں ہمیں بتانا ہے۔‘‘

میری ملاقات ایک جاپانی دوست جن کا نام Takeshikoko تھا سے ہوئی انہوں نے بتایا ’’جاپانی لوگوں کی اکثریت کا خیال ہے کہ مسلمان برے لوگ ہیں لیکن میں اس بات کا گواہ ہوں کہ آپ کے خلیفہ مجسم امن ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں 70سال قبل کی غلطیاں دوہرانی نہیں چاہئیں اور ایسے ظلم کو دوبارہ واقعہ ہونے سے روکنا چاہئے۔‘‘

ایک دوسرے مہمان Mr: Miura نے کہا کہ حضور انور نے جاپان کے لوگوں کو ایک خاص پیغام دیا ہے۔ انہوں نے کہا ’’خلیفہ صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ وقت ایسا نہیں ہے کہ ایک دوسرے کو (لڑائی پر) ابھارا جائے بلکہ یہ یکجہتی کا وقت ہے اور یہ کہ ایک دوسرے سے محبت سے پیش آیا جائے۔‘‘

Asahi Shimbun اخبار کے ساتھ انٹرویو

الحمدللہ Tokyo کا استقبالیہ اللہ کے خاص فضلوں کا متحمل ثابت ہوا جس کے فوراً بعد حضور انور کا انٹرویو Asahi Shimbun اخبار کے نمائندہ نے کیا، جو جاپان کے میڈیا میں معزز مقام رکھتا ہے اور اس کے قارئین کی تعداد ایک کروڑ تک پہنچتی ہے۔

دوران انٹرویو حضور انور سے سوال ہوا کہ احمدیت دنیا کے کن حصوں میں پھیل چکی ہے جس کے جواب میں حضور انور نے فرمایا:

’’جاپان میں ہماری جماعت چھوٹی ہے لیکن دنیا کے دوسرے حصوں میں ہماری تعداد کافی زیادہ ہے۔مثال کے طور پر افریقہ میں کئی ملین احمدی ہیں۔ تاہم ہماری جماعت چھوٹی ہو یا بڑی اہم بات یہ ہے کہ احمدیوں کو ہمیشہ بہت مخلص اور اسلامی تعلیمات پر سچے دل سے عمل پیرا ہونا چاہئے۔‘‘

جاپان کے لوگوں کے لئے حضور انور کے پیغام کے بارے میں پوچھے گئے سوال پر حضور انور نے فرمایا:

’’دنیا ایک اور جنگ عظیم کی طرف بڑھ رہی ہے اس لیے ایک ملک کی حیثیت سے جاپان کو دنیا میں امن کے قیام کی کوشش کرنی چاہئے اور جملہ تنازعات کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔‘‘

ایک جذباتی منظر
اور حضور انور کی شہداء کے لیے محبت

شاپنگ سنٹر پر Coffee کے لیے رکنے پر ڈاکٹر تنویر صاحب نے مجھے اپنے والد صاحب کے بارے میں بتایا جن کا نام سید لئیق احمد شہید تھا اور وہ 28؍ مئی 2010ء کے لاہور مساجد کے حملے میں شہید ہوئے تھے۔ ڈاکٹر تنویر صاحب نے مجھے بتایا کہ ربوہ میں تدفین کے وقت جماعت کے بزرگوں نے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد خاندان نے انہیں اپنے ہاتھوں سے کھانا پیش کیا اور اس کو اپنے لیے باعث فخر خدمت سمجھا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ سخت شرمندہ ہو رہے تھے تاہم ہر احمدی کی محبت اور جذبات ان کے لیے حیران کن تھے۔

انہوں نے مجھے بتایا کہ جس دوران ان کے والد صاحب کی تدفین ہو رہی تھی کئی دیگر احمدی شہداء کی بھی تدفین جاری تھی۔ انہوں نے بتایا کہ اس دوران انہوں نے دیکھا کہ ایک معمر احمدی خاتون تیزی سے قبروں میں آگے پیچھے چل رہی ہیں۔ انہیں ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کسی قریبی گاؤں کی خاتون تھیں اور پاکستان کے دیہاتی لوگوں کی طرح وہ کم خواندہ اور سادہ لگ رہی تھیں۔ چند منٹوں کے بعد ڈاکٹر صاحب اس خاتون کے پاس پہنچے اس خیال سے کہ شاید وہ کسی معین قبر کی تلاش میں ہیں جس پر وہ دعا کرنا چاہتی ہیں۔ انہوں نے اس خاتون سے پوچھا کہ کیا وہ کسی معین شہید کی قبر ڈھونڈ کر وہاں دعا کرنا چاہتی ہیں۔جس پر انہوں نے اوپر دیکھا اور کہا ’’یہ سب میرے ہیں۔ یہ سب میرے ہیں۔ ہر احمدی شہید میرا (عزیز) ہے۔‘‘

اس پر انہیں احساس ہوا کہ ان کی اس قدر بے چینی اور قبروں میں آگے پیچھے ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ ہر شہید کو اپنا عزیز اور فیملی ممبر خیال کر

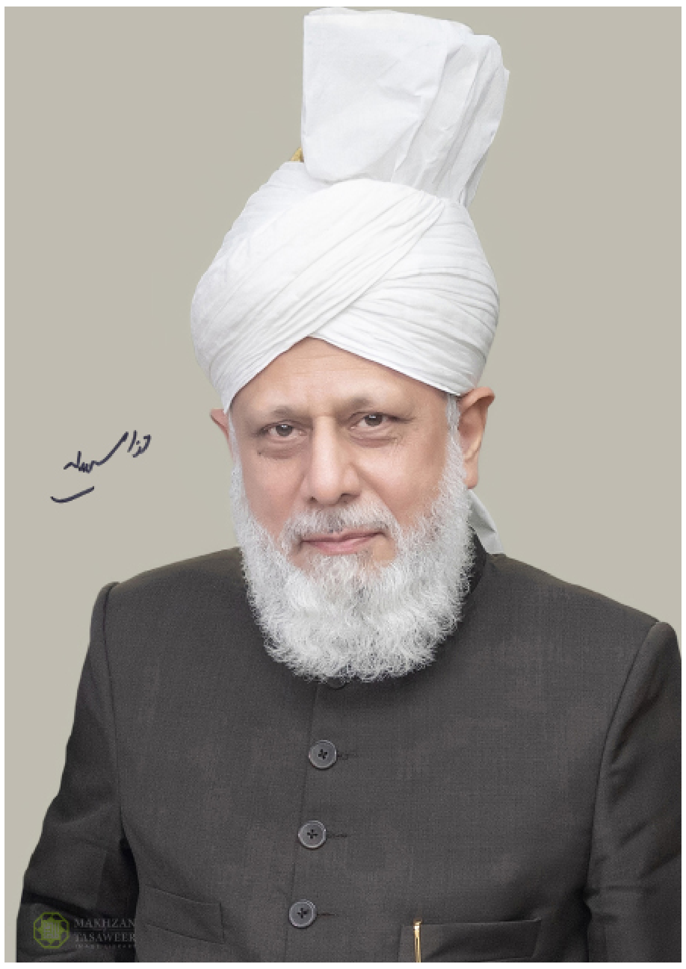

رہی تھیں۔ ڈاکٹر تنویر صاحب نے یہ بھی بتایا کہ اس شدید صدمے کی حالت میں حضور انور نے ذاتی طور پر ان کے افراد خانہ سے فون پر گفتگو فرمائی اور ہر فردِ واحد سے گفتگو فرمائی۔

مجھے اپنا وقت یاد آ گیا کہ ان دنوں شہداء کے رشتہ داروں کی ایک لمبی فہرست تھی جو پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے دفتر میں تھی۔ ہر روز حضور انور وقت نکال کر (شہید کے) ہر فرد خاندان سے فون پر گفتگو فرماتے۔ آپ ان سے لمبی گفتگو فرماتے اور انہیں حوصلہ دیتے اور ان کی زندگیوں کے بارے میں استفسار فرماتے۔ یقیناً حضور انور کی ہر احمدی سے محبت اور ان کا خیال رکھنا (غیر معمولی طور پر) حیران کن ہے۔

احمدیوں سے ملاقات

سوموار کا دن جاپان میں ہمارا (دورہ کا) آخری دن تھا۔ تاہم یہ خیال کہ حضور انور اگلے دن صبح 13 گھنٹے کی فلائٹ پر سفر کرنے والے ہیں اس لیے آپ کا شیڈول شاید اس شام کچھ ہلکا پھلکا ہو گا، ہرگز درست نہیں ہے۔

بلکہ حضور انور نے ایک بھرپور فیملی ملاقاتوں کے S Session کا انعقاد فرمایا جس میں لوکل جماعت کے افراد سے ملاقات فرمائی اور چند بیرون ملک سے آنے والے احمدیوں سے بھی ملاقات فرمائی۔

میری ملاقات ایک انڈونیشین خاتون سے ہوئی جن کا نام Triagustiani صاحبہ تھا جو جاپان سے اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ تشریف لائی تھیں۔ ان کی خوشی دیدنی تھی کیونکہ وہ حضور انور سے پہلی بار ملاقات کر رہی تھیں۔

انہوں نے بتایا کہ ’’ہم ہزاروں میل کا سفر کر کے بچوں کے ساتھ حضور انور کو ملنے کے لیے آئے ہیں اور مالی لحاظ سے بھی یہ آسان نہیں ہے۔ لیکن اپنے خلیفہ کو ملنے سے جو خوشی مجھے حاصل ہوئی ہے اس کے مقابل پر یہ روکیں کچھ بھی نہیں ہیں۔ میں کس قدر خوش قسمت ہوں! ہم دعا کر رہے ہیں کہ حضور انور انڈونیشیا تشریف لائیں یقیناً ایسے بابرکت دورے سے ہمارا ملک یکسر بدل جائے گا۔ اپنی گفتگو کے دوران وہ رونے لگیں اور کہنے لگیں کہ انہیں ان کے بچوں اور شوہر کو حضور انور سے ملنے کی جو سعادت نصیب ہوئی ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا کیونکر ممکن ہوسکتا ہے۔

میری ملاقات فرحان ملک صاحب (بعمر چونتیس سال) سے بھی ہوئی جن کی فیملی جاپان شفٹ ہوئی تھی جب وہ ایک بچے تھے۔ وہ اپنی اہلیہ کے ہمراہ تھے جن کا نام Yuka Jasmin تھا جو ایک جاپانی خاتون تھیں اور 2009ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ Yuka صاحبہ انگریزی نہیں بول نہیں سکتی تھیں اس لیے ان کے شوہر ترجمہ کر رہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ’’جب سے میں احمدی مسلمان ہوئی ہوں میرے جملہ مسائل اور پریشانیوں کا جیسے رستہ نکل آیا ہو اور یہ راستہ دعا کا ہے۔ میرے ساتھ پہلے کبھی بھی ایسا نہیں ہوا لیکن اب مجھے جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں اور اس سے مدد مانگتی ہوں اور اللہ ہمیشہ میری مشکلات کو دور کر دیتا ہے۔‘‘

ائرپورٹ پر حضور انور کا الوداع

حضور انور کی لندن واپسی کے لیے فلائٹ اگلے روز صبح 11 بجے Narita انٹرنیشنل ائرپورٹ سے تھی جو ہوٹل سے ایک گھنٹے کی مسافت پر تھا۔ اس لیے 7:55 منٹ پر حضور انور اور قافلہ کے دیگر ممبران ہوٹل سے روانہ ہوئے جس سے قبل حضور انور نے دعا کروائی۔

ایئرپورٹ پر پہنچنے کے بعد جماعت احمدیہ جاپان کے لوکل ممبران نے ہاتھ ہلا کر حضور انور کو الوداع کہا۔ یہ تو خوب عیاں تھا کہ وہ اپنے خلیفہ سے دوری کی وجہ سے غمگین ہو رہے تھے جبکہ وہ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ دوبارہ یہ قربت کا موقع انہیں کب نصیب ہوگا۔ نہایت محبت سے حضور انور نے لوکل جماعت کے ممبران سے security area (جہاں صرف مسافر ہی داخل ہو سکتے ہیں) میں داخل ہونے سے قبل ملاقات فرمائی۔

ایک ہنگامہ خیز فلائٹ

سیکیورٹی کلیئرنگ کے بعد حضور انور اور خالہ سبوحی ائرپورٹ لاؤنج میں انتظار گاہ میں تشریف لے گئے جبکہ ہم (جملہ ممبران قافلہ) ڈیوٹی فری ایریا میں چلے گئے، تا کہ گھر کے لیے کچھ تحائف خرید سکیں۔ جب ہم برٹش ایئرویز کے جہاز میں گیارہ بجے پہنچے تو میں غمگین تھا کہ ہمارا سفر ختم ہونے جا رہا ہے۔ مجھے جاپان بہت یاد آئے گا۔

ہماری جاپان کے لئے پرواز بہت آرام دہ تھی لیکن واپسی کی پرواز اس سے بہت مختلف تھی۔ پرواز کے پہلے گھنٹے میں بہت شور شرابہ تھا یہاں تک کہ جہاز میں صرف شور ہی نہیں تھا بلکہ بری طرح سے shake کر رہا تھا۔ جہاز کے کپتان کی طرف سے جہاز کے عملے کو ہدایت جاری ہوئی کہ وہ بھی سیٹوں پر بیٹھ جائیں کیونکہ ہم تیز ہواؤں سے گزر رہے تھے۔

یہ شور شرابہ اس قدر زیادہ تھا کہ بہت سے لوگ بہت زیادہ فکرمند ہو رہے تھے۔ ندیم امینی صاحب نے مجھے بتایا کہ ایک جاپانی خاتون جو ان کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی تھیں ایسا لگتا تھا کہ وہ بے ہوش ہو جائیں گی۔

عام حالات میں شاید میں بھی پریشان ہو جاتا اور بہت زیادہ خوفزدہ ہو جاتا کیونکہ میں دنیا کا سب سے اچھا جہاز میں سفر کرنے والا نہیں ہوں تاہم جتنا بھی شور شرابہ ہوا مجھے کوئی پریشانی یا فکر نہ ہوئی اور یہی بات باقی جملہ قافلہ ممبران کے لئے بھی درست ہوگی۔ اس کی سادہ وجہ یہ تھی کہ ہم سب جانتے تھے کہ حضور انور اس جہاز میں موجود ہیں، ان شاءاللہ، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے گا۔ اس لیے بجائے جہاز کے گرنے سے بچنے کی دعائیں کرنے کے میں اللہ تعالی کے شکرانے کے لیے دل سے اٹھنے والی دعاؤں میں مصروف رہا کہ میں اس جہاز میں سفر کر رہا ہوں جس میں حضرت خلیفۃ المسیح سفر فرما رہے ہیں۔ ایک گھنٹے کے بعد یہ شور شرابہ ختم ہوگیا جس کے بعد باقی فلائٹ نہایت اطمینان سے گزری۔

لندن میں ورود مسعود

فلائٹ لندن Heathrow ایئرپورٹ پر لوکل وقت کے مطابق 2:45 منٹ پر اتری جہاں حضور انور کا مکرم امیر صاحب یوکے نے استقبال کیا، ٹھیک ایک ہفتے کے بعد جہاں انہوں نے حضور انور کو الوداع کہا تھا۔ چند منٹوں کے انتظار کے بعد جس دوران ہمارے پاسپورٹس پر مہریں لگیں قافلہ مسجد فضل لندن پہنچا جہاں سینکڑوں احمدیوں نے اپنے پیارے آقا کا استقبال کیا۔

اختتامیہ

جب ہم گھر پہنچے تو میرے ذہن میں اس دورے کے بے شمار فضلوں کے خیالات آنے لگے جن کا میں خود گواہ تھا۔ ایسے وقت میں جب دنیا تیزی سے لڑائی اور فساد کی طرف بڑھ رہی ہے اور ایسے وقت میں جب اسلام کو مستقل طور پر بدنام کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، ہمارے خلیفہ نے نہایت شاندار طریق پر جاپانی لوگوں کو قرآنی تعلیمات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود سے روشناس کروایا ہے۔

Nagoya اور Tokyo میں منعقد ہونے والے استقبالیہ میں اور میڈیا انٹرویوز میں حضور انور کا عالمی امن کا پیغام براہ راست جاپانی لوگوں تک پہنچا۔ Meiji Shrine میں حضور انور نے خدائے واحد و یگانہ کا پرچار فرمایا اور کئی میٹنگز میں حضور انور نے لوکل احباب کے سوالات کے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جوابات عطا فرمائے۔

ذاتی حیثیت میں یہ ایک نہایت خاص اور خدا تعالیٰ کے بیش بہا افضال کا متحمل دورہ تھا۔ جس کے لیے میں اللہ تعالی کا کما حقہ شکر ادا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے حضور کو صحت و سلامتی والی دراز اور فعال عمر سے نوازے جو خوشی سے بھری ہوئی ہو اور جملہ احمدی احباب آپ کی توقعات پر پورا اترنے والے ہوں۔ آمین

(حضور انور کا دورہ جاپان نومبر 2015ء از ڈائری عابد خان)

(بتعاون مظفرہ ثروت۔ جرمنی)

ایڈیٹر کے نام خطوط

مکرمہ خالدہ نزہت۔ آسٹریلیا سے لکھتی ہیں:

لجنہ اماءاللہ کی صد سالہ جوبلی کے حوالے سے ہونے والی اشاعت کے تیسرے فیز میں شائع ہونے والے مضامین تاریخی وعلمی ہونے کے ساتھ ساتھ ایمان افروز بھی تھے۔ سب لکھاریوں نے بہت اچھے مضامین تحریر کئے ہیں اور ان کے ساتھ آرٹیکلز بعنوان ’’چالیس سال کی عمر کے لیے دعا کا تحفہ‘‘ اور ’’زندگی اور صحت کا ستون خدا کا فضل ہوتا ہے‘‘، ’’ایک دوسرے کی باتیں کرنے کے بجائے ایک دوسرے سے باتیں کریں‘‘ بہت ہی عمدہ اور اصلاح سے بھرپور ہیں۔ اگر ہم سب ان باتوں پر عمل کریں تو بلاشبہ ہمارے گھر اور یہ معاشرہ جنت نظیر بن جائیں۔ خاکسار آپ اور آپ کی ساری ٹیم کے لیے دعا گو ہے۔

ایک اور مکتوب میں لکھتی ہیں:

گزشتہ دنوں مہدی آباد میں شرپسندوں نے سفاکیت اور بربریت کا بہیمانہ مظاہرہ کیا اور ہمارے نومخلص اور سچے احمدی بھائیوں نے جام شہادت نوش کیا جس سے دنیا کے ہر خطے اور ملک کے احمدی غمزدہ ہیں مگر ساتھ ہی ساتھ ان شہدائے احمدیت پر رشک بھی کرتے ہیں کہ کس عزم و ہمت اور بہادری سے وہ اپنے ایمان پر ڈٹے رہے۔ پھر پیارے آقا نے جس محبت سے خطبہ جمعہ میں ان کا ذکر خیر فرمایا بلاشبہ وہ جنت الفردوس میں اعلیٰ و ارفع مقام پانے والے ہیں۔ بہت سے احباب و خواتین نے ان کے بارے میں مضامین لکھے ہیں اور کچھ نے منظوم کلام کی صورت میں انہیں خراج تحسین پیش کیا ہے۔ یہ سب پڑھ کر بہت اچھا لگا کیونکہ میں اور میرے جیسی کئی بہنیں ایسی ہیں جو اپنے جذبات اور خیالات کو الفاظ میں ڈھالنے کا سلیقہ نہیں رکھتیں مگر ان کے مضامین پڑھ کر ایسا ہی محسوس ہوا جیسے ہماری طرف سے بھی خراج عقیدت پیش کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو ثبات قدم اور صبر جمیل عطا فرمائے اور ہر دم ان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

اعلان نکاح

مکرمہ منزہ سلیم ناصر۔ جرمنی سے یہ اعلان بھجواتی ہیں:

خدا تعالیٰ کے خاص فضل و احسان سے مؤرخہ 18/ فروری 2023ء کو بعد از نماز ظہر وعصر مسجد مبارک اسلام آباد، یوکے میں حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے از راہ شفقت عزیزم عاطف احمد ابن مکرم ناصر احمد سلیم جرمنی کا نکاح، عزیزہ صفا نور احمد بنت مکرم مرزا خلیق احمد بعوض حق مہر دس ہزار یورو پڑھایا اور اس کے بابرکت و مبارک ہونے کے لئے دعا کروائی۔ الحمد للہ علیٰ ذالك

عزیزم ڈاکٹر عاطف احمد وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہیں۔ آپ مکرم چوہدری محمد شریف مرحوم سابق انسپکٹر بیت المال کے پوتے اور چوہدری احمد حیات مرحوم کے نواسے ہیں نیز حضرت چوہدری محمد حیات صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پڑنواسے اور حضرت چوہدری محمد اسماعیلؓ کے پوتے ہیں جب کہ عزیزہ صفا نور احمد، مکرم مرزا رفیق احمد مرحوم کی پوتی ہیں۔ جو حضرت مرزا گل صاحبؓ کے صاحبزادے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چچا زاد بھائی مرزا نظام دین کے فرزند تھے۔ عزیزہ صفا نور احمد مکرم چوہدری عزیز اللہ بنگوی کی نواسی اور مکرم چوہدری ہدایت اللہ بنگوی کی پڑنواسی ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس نکاح کو دونوں خاندانوں کے لئے خیر و برکت کا باعث بنائے۔ آمین ثم آمین

ابو نائل

خدا تعالیٰ کے وجود کے بارے میں رچرڈ ڈاکنس صاحب کے چند نظریات پر تبصرہ

قسط اول

جدید محققین کا دعویٰ ہے کہ آج سے پچیس تیس ہزار سال قبل بھی جبکہ انسانوں میں پتھر کا دور اپنے آخری مراحل میں داخل ہو رہا تھا انسانوں میں مذہب کا تصور موجود تھا۔اس دور میں انسان چھوٹی چھوٹی جھونپڑیوں یا غاروں میں رہتا اور پتھر اور ہڈیوں سے کچھ اوزار بنا لیتا۔ کچھ شکار کر کے اور کچھ خوراک کو جمع کر کے گذارا کرتا۔ اس ابتدائی دور میں بھی دنیا کے کئی مقامات پر غاروں میں ایسے تصویریں ملی ہیں جن سے اس دور میں انسانی ذہن کے متعلق کچھ نہ کچھ نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں۔اس دور میں بھی ایسے روحانی لوگوں کی موجودگی کے ثبوت ملتے ہیں جو کہ خاص وجد کی کیفیت میں روحانی عالم سے رابطہ کر کے باقی انسانوں کی راہنمائی کرتے تھے۔ہمارے انسانی دور کا آغاز تو چھ ہزار سال قبل ہوا لیکن مذہب کا تصور اس سے قبل بھی موجود تھا۔

خدا تعالیٰ کے وجود کے بارے میں مختلف نظریات

اس قدیم دور سے اب تک خدا تعالیٰ کے وجود کے بارے میں نظریات اور مذہب کے تصورات انسانی توجہ کا مرکز بنے رہے ہیں اور قدیم زمانہ سے ہی ایسے لوگ موجود رہے ہیں جو کہ خدا تعالیٰ کے وجود، کسی روحانی عالم اور حیات بعد الموت کا انکار کرتے رہے ہیں۔انہیں دہریہ (Atheist) کہا جاتا ہے۔اور ایسا طبقہ بھی موجود ہے جن کا یہ نظریہ ہے کہ ہمارے لئے یہ جاننا ممکن نہیں ہے کہ خدا موجود ہے کہ نہیں اور اگر ایسی کوئی ہستی موجود ہے تو اس کی نوعیت کیا ہے؟انہیں Agnostic کہا جاتا ہے۔ پھر ایک طبقہ ایسا ہے جس کا نظریہ ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق تو موجود ہے مگر اس خالق نے ابتداء میں کچھ قوانین مقرر کر دیئے ہیں جن کے مطابق یہ کائنات چل رہی ہے۔اب اس ہستی کا اس کائنات میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔نہ یہ ہستی دعاؤں کو سنتی ہے اور نہ ہی انسانوں کی راہنمائی کے لئے کوئی وحی اور الہام نازل کرتی ہے۔ایسے نظریات رکھنے والوں کے لئے Deist کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔

دنیا کے مختلف ممالک میں کتنی آبادی دہریہ ہے، اس معاملہ میں اعداد وشمار میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ لفظ دہریہ کی تعریف مختلف طریق پر کی جاتی ہے۔لیکن اس میں چین سر فہرست ہے اور چین کی آبادی کا 79 فیصد دہریہ ہے۔ اس کے علاوہ چیک ریپبلک، سویڈن، ہالینڈ، یوکے، فرانس، جنوبی کوریا اور ڈنمارک میں آبادی کے تناسب کے لحاظ سے دہریہ لوگ کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

(https://colinmathers.com/202030/09//global-trends-in-religiosity-and-atheism-1980-to-2020/ accessed on 28.1.2023)

آئندہ آنے والی دہائیوں میں کیا رجحان ہوگا؟ اس بارے میں Pew Research Institute نے جو اعداد و شمار شائع کئے ہیں ان کے مطابق گو کہ بعض ممالک میں ایسے لوگوں کی تعداد بڑھ رہی ہے جو کہ کسی مذہب سے وابستہ نہیں ہیں لیکن 2050ء تک دنیا کی آبادی میں ان کا تناسب آج کی نسبت کچھ کم ہوگا۔ 2010ء میں دنیا کی آبادی کا 16.4٪ کسی مذہب سے وابستہ نہیں تھا اور اس تحقیق کے مطابق 2050ء میں دنیا کی آبادی کا 13.2٪ کسی مذہب سے وابستہ نہیں ہوگا۔

(The Future of World Religions: Population Growth Projections, 2010-2050 by Pew Research Institute)

بہر حال دنیا کی آبادی کا دس فیصد سے اوپر ان خیالات کے لوگوں پر مشتمل ہے۔

رچرڈ ڈاکنس صاحب کا Agnostic نظریات پر غصہ

اس دور میں دہریت کے بہت سے نمائندوں نے ایسی بہت سی کتب شائع کی ہیں جن میں شد و مد سے یہ ثابت کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں کہ خدا کا کوئی وجود نہیں، یہ تمام کائنات اور زمین پر زندگی خود بخود وجود میں آئی اور تمام مذاہب محض اپنے وہموں کی پیروی کر رہے ہیں۔اس دور میں دہریت کے منادیوں اور مذہب کے مخالفین میں ایک نہایت نمایاں نام رچرڈ ڈاکنس صاحب (Richard Dawkins) کا ہے۔ یہ صاحب ارتقائی حیاتیات (Evolutionary Biology) کے سائنسدان ہیں اور آکسفورڈ یونیورسٹی سے بھی منسلک رہے ہیں۔ڈاکنس صاحب نے حیاتیات کی سائنس اور دہریت کی تائید میں بہت سی کتابیں تحریر کی ہیں۔انہوں نے

Blind Watchmaker, The God Delusion

اور

Outgrowing God

جیسی کتب میں ہستی باری تعالیٰ اور مذہب کے تصور کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے۔ان کتب میں زیادہ تر وہی دلائل بیان کئے گئے ہیں جو کہ اکثر دہریہ حضرات کی طرف سے اس دور میں بیان کئے جاتے ہیں۔اس مضمون میں زیادہ تر ان کی ایک کتاب میں بیان کردہ چند بنیادی دلائل کا تجزیہ پیش کیا جائے گا۔اور اس میں دیگر دہریہ احباب کے بہت سے نظریات پر تبصرہ خود بخود آ جائے گا۔

جیسا کہ پہلے عرض کی گئی تھی کہ وہ لوگ جن کا یہ نظریہ ہے کہ ہمارے لئے یہ جاننا ممکن نہیں کہ خدا موجود ہے کہ نہیں، انہیں Agnostic کہا جاتا ہے۔ اور دہریہ یا Atheist وہ ہیں جو خدا کے وجود کا مکمل انکار کرتے ہیں۔ رچرڈ ڈاکنس نے اپنی کتاب The God Delusion میں ایسے لوگوں پر بہت برہمی کا اظہار کیا ہے۔لیکن اس فہرست میں کئی جانے پہچانے سائنسدانوں کے نام بھی آتے ہیں۔لیکن رچرڈ ڈاکنس نے اپنی کتاب کے ایک باب The Poverty Of Agnosticism میں اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ گو کہ ہم اس بات کو سو فیصد ثابت نہیں کر سکتے کہ اس کائنات کا کوئی خدا موجود نہیں ہے لیکن اس بات کا امکان کم ہے کہ اس کائنات کا کوئی پیدا کرنے والا اور اسے چلانے والا کوئی خدا موجود ہو۔اور انہیں یہ فکر بھی لاحق نظر آتی ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ ہمارے لئے یہ ممکن نہیں کہ معلوم کر سکیں کہ کوئی خدا موجود ہے کہ نہیں تو اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ ہم یہ تسلیم کر رہے ہیں بعض باتیں سائنس کی پہنچ سے باہر ہیں۔اس پر ان کی برہمی سائنسی لحاظ سے بھی بلا جواز ہے کیونکہ دنیا کا کوئی بھی سائنسدان یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ کبھی بھی انسان کا ذہن دنیا کے تمام رازوں سے پردہ اٹھا دے گا۔ اگر ایسا کوئی سائنسدان موجود ہے تو یہ بار ثبوت رچرڈ ڈاکنس صاحب پر ہے کہ وہ اس عجیب وغریب سائنسدان کا نام بتائیں۔

لیکن ان کے دل کو کیا دھڑکا لگا ہوا ہے اس کا اظہار وہ ان الفاظ میں کرتے ہیں

"God, though not technically disprovable, is very very improbable indeed"

ترجمہ: گو کہ تکنیکی طور پر یہ ثابت تو نہیں کیا جا سکتا کہ خدا موجود نہیں ہے، لیکن اس کے وجود کے ثبوت کا امکان بہت بہت کم ہے۔

(The God Delusion, by Richard Dawkins, published by Transworld Publishers 2016 p136)

گو کہ وہ بار بار اس بات کا اظہار کر رہے ہیں کہ میں پکا دہریہ ہوں اور مجھے یقین ہے کہ کوئی خدا موجود نہیں ہے لیکن وہ جانتے ہیں کہ خود ان کے دل کو اس پر مکمل یقین نہیں ہے۔اور ہم بعد میں مثالیں پیش کریں گے کہ وہ پوری کتاب میں اسی الجھن کا شکار نظر آتے ہیں۔

ڈارون سے بھی زیادہ ڈارون

Agnostic حضرات پر ان کا اظہار برہمی اس لئے بھی عجیب ہے کیونکہ اس ساری کتاب میں انہوں نے اپنے دلائل کی بنیاد ڈارون کے نظریہ ارتقا اور Natural Selection پر رکھی ہے۔یعنی کہ قدرت خود زیادہ بہتر مخلوق کا انتخاب کرتی ہے اور اس طرح زندگی کی ترقی کا سفر آگے چلتا رہتا ہے۔ اس کتاب میں ہر کچھ صفحات کے بعد ڈارون اور اس کے نظریات کا ذکر شروع ہو جاتا ہے۔

ڈارون نے یہ ضرور لکھا ہے کہ اب انہیں عیسائیت کے عقائد پر یقین نہیں رہا۔ لیکن خود ڈارون نے واضح طور پر یہ اظہار کیا تھا کہ وہ کبھی بھی دہریہ نہیں رہے، وہ اپنے آپ کو ان لوگوں میں شمار کرتے ہیں جو Agnostic ہیں۔انہوں نے 7/ مئی 1879ء کو James Doyce کے نام اپنے ایک خط میں لکھا:

’’اپنے ذہن کے انتہائی اتار چڑھاؤ کے دوران کبھی بھی دہریہ نہیں رہا کہ میں نے خدا کے وجود کا انکار کیا ہو۔ جیسے جیسے میری عمر بڑھ رہی ہے عمومی طور پر مگر ہمیشہ نہیں میرے خیالات کے پیش نظر مجھے Agnostic کہا جا سکتا ہے۔‘‘

(https://www.darwinproject.ac.uk/letter/DCP-LETT-12041.xml)

یہ مثال تو مشہور ہے کہ فلاں شخص More Christian than Christ himself یعنی حضرت عیسیٰ سے بھی زیادہ عیسائی ہے۔ اس

کتاب میں رچرڈ ڈاکنس صاحب ڈارون سے بھی زیادہ ڈارون نظر آتے ہیں۔کیونکہ ڈارون تو اپنے آپ کو Agnostic کہتے ہیں اور ڈاکنس صاحب اس سے بھی ایک قدم آگے چلے جاتے ہیں۔

برٹرنڈ رسل: بار ثبوت کس پر ہے؟

اس سلسلہ میں مصنف ایک دلچسپ مثال پیش کرتے ہیں اور وہ مثال مشہور فلاسفر برٹرنڈ رسل کی تحریر سے ہے۔ برٹرنڈ رسل لکھتے ہیں:

Many orthodox people speak as though it were the business of sceptics to disprove received dogmas rather than of dogmatists to prove them.This is,of course,a mistake.

(Is there God by Bertrand Russel by Bertrand Russel)

ترجمہ: بعض پرانے خیالات کے لوگ اس طرح کا اظہار کرتے ہیں جیسے کسی اصول پر شک کرنے والوں کا یہ کام ہے کہ وہ جس اصول کو سنیں اسے غلط ثابت کریں بجائے اس کے کہ اس اصول کو پیش کرنے والے اس اصول کی سچائی کو ثابت کریں۔ یہ یقینی طور پر ایک غلطی ہے۔

خدا تعالیٰ کے وجود کے بارے میں ایک نامور دہریہ فلاسفر اور ریاضی دان کے یہ الفاظ اس نفسیاتی جھجک کو ظاہر کرتے ہیں جو کہ عمومی طور پر دہریہ مزاج کے احباب میں پائی جاتی ہے۔ وہ اس بات سے کترا رہے ہیں کہ اس بات کے دلائل پیش کریں کہ اس کائنات کو کوئی بنانے والا خدا موجود نہیں ہے۔ اس سے اپنی جان چھڑانے کے لئے وہ یہ کہنے کی کوشش کریں کہ جو اس نظریہ پر قائم ہیں کہ خدا موجود ہے یہ ان کا فرض ہے کہ وہ اس بات کے دلائل پیش کریں کہ خدا موجود ہے۔ اور دہریہ احباب کا کام فقط اتنا ہی ہے کہ وہ ان دلائل پر تنقید کریں اور اس کی وجہ یہ بیان کر رہے ہیں کہ ہر نظریہ کو پیش کرنے والے کا یہ فرض ہے کہ وہ اس نظریہ کے حق میں دلائل بیان کرے۔

لیکن یہ تیر تو پلٹ کر چلانے والے کے سینے میں آ کر پیوست ہو رہا ہے کیونکہ ان حضرات کا یہ نظریہ ہے کہ یہ عظیم کائنات اور اس زمین پر موجود زندگی محض اتفاقاً وجود میں آ گئی تھی اور اس کا کوئی خالق موجود نہیں ہے۔ تو ان حضرات کا بھی تو فرض ہے کہ وہ اس نظریہ کے حق میں دلائل پیش کریں کیونکہ ان کا اصرار ہے ہر نظریہ کو پیش کرنے والے کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کے حق میں دلائل پیش کرے۔ خدا کو ماننے والے بھی تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ دہریہ حضرات اپنے اس فرض سے سبکدوش ہونے کی کوشش کریں۔

جاندار اشیاء تو بہت پیچیدہ اشیاء ہیں جہاں ایسی کوئی سادہ بے جان چیز بھی نظر آئے جس میں کوئی ترتیب نظر آ رہی ہو یا اس کی ساخت بتا رہی ہو کہ یہ کسی خاص کام کے لئے بنی ہے تو وہاں یہی یقین کیا جاتا ہے کہ اس کو کوئی بنانے والا موجود ہے۔مثال کے طور پر اگر کسی ماہر آثار قدیمہ کو ایک سادہ سا برتن بھی مل جائے اور وہ اسے کسی یونیورسٹی یا عجائب گھر میں لے جائے یا کسی کانفرنس میں پیش کرے کہ مجھے فلاں تہذیب کے کھنڈرات میں یہ برتن ملا ہے اور اس تہذیب کے لوگ اس طرح کے برتن استعمال کرتے تھے۔ اور کوئی صاحب کھڑے ہو کر کہیں کہ پہلے یہ ثابت کریں کہ یہ برتن کسی شخص نے بنایا تھا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کروڑوں سال کے عمل سے اتفاقی طور پر یہ برتن خود بخود وجود میں آ گیا ہو۔ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یہ برتن کسی انسان کی تخلیق ہے۔ یہ ثابت کرنا آپ کا کام ہے۔

میرے خیال میں اس کے بعد اس کانفرنس یا مجمع میں سوائے قہقہوں کے کوئی آواز سنائی نہیں دے گی۔ یا اگر کسی غار کی دیوار پر کسی بھی زبان میں دو لفظ لکھے مل جائیں اور کوئی ماہر آثار قدیمہ یہ کہے کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس غار میں رہنے والے یہ زبان لکھتے اور بولتے تھے اور کوئی صاحب اٹھ کر کہیں کہ میں یہ لغو بات نہیں مانتا۔ اصل میں کسی پتھر کے گرنے سے یہ الفاظ خود بخود لکھے گئے ہیں۔ تو ہر کوئی یہی کہے گا، اب آپ کا یہ فرض ہے کہ اس عجیب مفروضے کے حق میں دلائل پیش فرمائیں۔

جہاں تک جاندار اشیاء کا تعلق ہے تو وہ ان سادہ ترین اشیاء سے کروڑوں نہیں بلکہ اربوں گنا زیادہ پیچیدہ ہیں اور اس میں اربوں گنا زیادہ حکمت نظر آتی ہے۔ چنانچہ یہ فرض دہریہ احباب کا ہے کہ وہ اس بات کے حق میں دلائل پیش کریں کہ یہ زندگی خود بخود وجود میں آ گئی اور پھر مسلسل ترقی بھی کرتی گئی۔

اس ثقیل مضمون میں ایک لطیفہ یاد آتا ہے۔ ایک بار ملا نصیر الدین ایک شخص کے گھر میں داخل ہو کر سبزیاں چوری کر رہے تھے۔ اور سبزیاں اکھیڑ کر اپنے تھیلے میں ڈال رہے تھے کہ مالک مکان آ گیا اور لعنت ملامت کرنے لگا کہ داڑھی رکھی ہوئی ہے اور چوری کرتے ہو۔ ملا نے کہا میری بات تو سنو میں تو بازار جا رہا تھا کہ زور سے ہوا چلی اور اڑا کر محض اتفاق سے اس ہوا نے مجھے تمہارے صحن میں پھینک دیا۔ اس پر مالک مکان نے کہا پھر میری سبزیاں خود بخود اکھڑ کس طرح گئیں کیا یہ بھی اتفاق تھا؟ اس پر ملا نے کہا جب ہوا مجھے اڑا کر لے جا رہی تھی تو میں اپنے آپ کو روکنے کے لئے ان سبزیوں کو پکڑ رہا تھا۔ یہ اس طرح اکھڑتی گئیں۔ اس پر مالک مکان نے کہا پھر یہ سبزیاں تمہارے تھیلے میں کس طرح جمع ہوتی گئیں۔ ملا گھبرا کر کہتے کہ مجھے بھی یہی خوف تھا کہ تم یہ سوال نہ پوچھ لو۔ اس لطیفے سے یہ سبق ضرور ملتا ہے ہر چیز کو محض اتفاق قرار دے کر بحث سے جان نہیں چھڑائی جا سکتی۔

ایک فرضی چائے دانی کا قصہ

بہر حال اس وضاحت کے بعد اب برٹرنڈ رسل صاحب کی اس تحریر کی طرف واپس آتے ہیں جسے رچرڈ ڈاکنس صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ 74و75 پر ایک بہت اہم دلیل کے طور پر درج کیا ہے۔ اس میں برٹرنڈ رسل صاحب لکھتے ہیں کہ اگر ہمیں یہ بتایا جائے کہ زمین اور مریخ کے درمیان ایک چینی کی چائے دانی سورج کے گرد ایک بیضوی مدار میں گھوم رہی ہے۔ اس کے ساتھ یہ اضافہ بھی کر دیا جائے کہ یہ چائے دانی اتنی چھوٹی ہے کہ طاقتور ترین دوربین سے بھی نظر نہیں آتی۔ اور پھر یہ اصرار کیا جائے چونکہ یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ یہ چائے دانی موجود نہیں، اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ یہ چائے دانی موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ اس منطق کو قبول نہیں کیا جا سکتا اور اسے لغو قرار دیا جائے گا۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ لیکن اگر یہ دعویٰ قدیم کتابوں میں لکھا ہو اور ہر اتوار کو اسے ایک مقدس سچ کے طور پر پڑھایا جاتا ہو اور سکول میں بچوں کے دماغوں میں ڈالا جاتا ہو تو اس کا انکار کرنے والے کو سنکی قرار دے کر ماہر نفسیات کے حوالے کر دیا جائے گا۔

دہریہ مصنفین اور فلاسفروں کی تحریروں اور تقاریر میں یہ مثال بار بار بیان کی جاتی ہے۔ لیکن اس تمثیل میں ایک بہت بڑا نقص ہے۔ اور وہ یہ کہ ہر چیز اپنے اثر سے پہچانی جاتی ہے اور دنیا میں بھی ہر کاریگر اپنے کام سے پہچانا جاتا ہے جیسا کہ پہلے مثال پیش کی گئی ہے کہ ایک برتن کو خود بخود بنا ہوا قرار نہیں دیا جا سکتا اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کسی پتھر پر لکھے ہوئے دو لفظ محض اتفاقی طور پر لکھے گئے ہیں ان کو لکھنے والا کوئی موجود نہیں ہے۔ برٹرنڈ رسل نے اس فرضی چائے دانی کا کوئی اثر بیان نہیں کیا اور یہ اضافہ کر دیا ہے کہ یہ چائے دانی کسی دوربین سے بھی نظر نہیں آتی۔ لیکن خدا پر ایمان لانے والا اس بنیاد پر یہ جانتا ہے کہ اس عالم کا ایک خالق ہونا چاہیے اور وہ عالم اسے نظر آ رہا ہوتا ہے جو اس خالق کی تخلیق ہے اور اس بات کا کوئی ثبوت موجود نہیں کہ یہ عالم خود بخود وجود میں آ گیا۔ اس سلسلہ میں چند آیات پیش کی جاتی ہیں۔

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۶۲﴾

(العنکبوت: 62)

ترجمہ: اگر تو ان سے پوچھے کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور سورج اور چاند کو مسخر کر دیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے تو پھر (وہ) کس طرف الٹے پھرائے جاتے ہیں؟

پھر انسان کی اپنی پیدائش کو دلیل بناتے ہوئے قرآن مجید بیان فرماتا ہے:

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ

(الزخرف: 88)

ترجمہ: اگر تو ان سے پوچھے انہیں کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے۔ پھر وہ کس طرف بہکائے جا رہے ہیں۔

اور جہاں ایک پر حکمت نظام نظر آئے وہاں ہمیں یہ نتیجہ نکالنا پڑتا ہے کہ کسی منتظم کا وجود ہونا چاہیے جیسا کہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِهَا لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۴﴾

(العنکبوت: 64)

ترجمہ: اور اگر تو ان سے پوچھے کس نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر اس کے ذریعہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے۔ تو کہہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے لیکن اکثر ان میں سے عقل نہیں رکھتے۔

یعنی یہ علم کے ایک خدا ہونا چاہیے، اس خدا کی تخلیق پر نظر ڈالنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کی بنیاد صرف قدیم نظریات پر نہیں ہے اور محض سنی سنائی باتوں پر نہیں ہے۔

کیا اسلام سوالات کی حوصلہ شکنی کرتا ہے

آگے بڑھنے سے قبل یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ اپنی کتاب The God Delusion میں دوسرے دہریہ مصنفین کی طرح رچرڈ ڈاکنس صاحب بار بار اس بات پر طنز کرتے ہیں کہ دوسرے مذاہب اور اسلام بھی سوالات اٹھانے کے خلاف ہیں اور اس طرح بغیر دلیل کے عقائد اور نظریات لوگوں کے ذہنوں پر ٹھونسے جاتے ہیں۔ جیسا کہ وہ تحریر کرتے ہیں

Religious faith is an especially potent silencer of rational calculation, which usually seems to trump all others.........it is also partly because it discourages questioning,

by its very nature. Christianity, just as much as Islam, teaches children that unquestioned faith is a virtue. You don›t have to make the case for what you believe.

(The God Delusion, by Richard Dawkins, published by Penguin Random House UK 2016 p364)

ترجمہ: مذہبی ایمان عقلی استدلال کو خاموش کرانے ایک نہایت موثر ذریعہ ہے۔ یہ طریق دوسرے تمام طریقوں کو مات دے دیتا ہے..... ایسا جزوی طور پر اس لئے ہے کہ اس کی فطرت ہی ایسی ہے کہ سوال اٹھانے کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ اسلام کی طرح عیسائیت بھی بچوں کو یہی سکھاتی ہے کہ ایسا ایمان نیکی ہے جس میں کوئی سوال نہ کیا جائے۔ جس چیز پر تمہیں ایمان ہے، تمہیں اس کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔

ہستی باری تعالیٰ کے بارے میں مندرجہ بالا آیات پر ہی ایک نظر ڈال لی جائے تو یہ واضح ہوجاتا ہے کہ قرآن مجید سوالات اٹھانے کا حکم دیتا ہے نہ یہ کہ اس کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ ان کے علاوہ بھی قرآن مجید کی آیات میں متعدد موضوعات پر سوال اٹھانے کا بار بار ذکر ملتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ ارشاد ہے هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (البقرہ:112) اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ یعنی سچائی ثابت کرنے کا معیار دلیل ہی ہے۔ اس کے باوجود ڈاکنس صاحب کا یہ دعویٰ کہ اسلام سوال اٹھانے اور ثبوت پیش کرنے کی حوصلہ شکنی کرتا ہے محض ایک بے اصل دعویٰ ہے جس کی انہوں نے قرآن مجید سے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

وحی اور الہام یقین تک پہنچاتے ہیں

جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہے کہ اس کائنات اور زندگی اور پھر انسانی زندگی کی حکمتوں کو دیکھ کر اور اس زندگی کے قیام کے لئے موجود انتظام کو ملاحظہ کر کے عقل یہ نتیجہ نکالتی ہے کہ ان سب کا خالق اور اس نظام کو چلانے والا ایک خدا ہونا چاہیے۔ لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ یہ یقین حاصل کرنے کے لئے کہ ایسا خدا نہ صرف موجود ہونا چاہیے بلکہ یقینی طور پر موجود ہے آسمانی الہام کا راستہ موجود ہے۔ جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

''قرآن شریف پر سچا ایمان لانے والا صرف فلسفیوں کی طرح یہ ظن نہیں رکھتا کہ اس پُر حکمت عالم کا بنانے والا کوئی ہونا چاہیے بلکہ وہ ایک ذاتی بصیرت حاصل کر کے اور ایک پاک رؤیت سے مشرف ہو کر یقین کی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے کہ فی الواقع وہ صانع موجود ہے اور اس پاک کلام کی روشنی حاصل کرنے والا محض خشک معقولیوں کی طرح یہ گمان نہیں رکھتا کہ خدا واحد لاشریک ہے بلکہ صدہا چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ جو اُس کا ہاتھ پکڑ کر ظلمت سے نکالتے ہیں واقعی طور پر مشاہدہ کر لیتا ہے کہ درحقیقت ذات اور صفات میں خدا کا کوئی بھی شریک نہیں اور نہ صرف اس قدر بلکہ وہ عملی طور پر دنیا کو دکھا دیتا ہے کہ وہ ایسا ہی خدا کو سمجھتا ہے اور وحدتِ الٰہی کی عظمت ایسی اس کے دل میں سما جاتی ہے کہ وہ الٰہی ارادہ کے آگے تمام دنیا کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح بلکہ مطلق لَاشَے اور سراسر کالعدم سمجھتا ہے۔''

(روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 25-26)

کیا چائے دانی خود بخود بن سکتی ہے؟

اگر تھوڑا سا بھی غور کیا جائے تو چائے دانی والی مثال دہریہ احباب کے نظریات کی تردید کرتی ہے۔ اب انسان کی بنائی ہوئی ہزاروں متروک اشیاء خلا میں موجود ہیں، جو مختلف سیٹلائٹوں اور راکٹوں سے برآمد ہوئی تھیں۔ بالفرض خلا میں یا کسی سیارے پر یا چاند پر یا سمندر کی تہہ میں یا کسی ایسے صحراء میں جہاں کوئی آبادی نہیں ایک چائے دانی ملتی ہے۔ تو کیا ہم یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوں گے کہ اس چائے دانی کا کوئی بنانے والا ہے یا یہ گمان کریں گے کہ یہاں تو انسان نہیں بستے تو ضرور یہ چائے دانی خود بخود اتفاقی واقعات کے نتیجہ میں بن گئی ہوگی۔ یقینی طور پر ہر کوئی یہی نتیجہ نکالے گا کہ ضرور یہ چائے دانی کسی انسان نے بنائی تھی کیونکہ اس کی ساخت کا ایک مقصد ہے کہ اس میں چائے ڈالی جائے اور اس سے پیالیوں میں انڈیلی جائے۔ جب ایک سادہ سی چائے دانی کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جا سکتا تو اتنی پُر حکمت اور اربوں گنا پیچیدہ زندہ اشیاء کے بارے میں یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ وہ خود بخود اتفاقی طور پر وجود میں آ گئیں۔

علت العلل کی بحث

اس سوال پر کہ اس کائنات کا کوئی تو First Cause یعنی ایسا وجود جس نے ابتدا میں تمام کائنات کو پیدا کیا ہونا چاہیے، رچرڈ ڈاکنس کچھ الجھن میں مبتلا نظر آتے ہیں اور وہ اس الجھن سے نکلنے کے لئے ایسے مفروضے کا سہارا لیتے ہیں جو کہ سائنسی طور پر درست نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"Time and again, my theologian friends returned to the point that there had to be a reason why there is something rather than nothing. There must have been a first cause of everything, and we might as well give it the name God. Yes, I said, but it must have been simple and therefore, whatever else we call it, God is not an appropriate name."

(The God Delusion by Richard Dawkins, published by Penguin Random House UK 2016 p184)

ترجمہ: بار بار میرے مذہبی دوست اس نکتے کی طرف واپس آتے ہیں کہ محض عدم سے کسی چیز کے پیدا ہونے کی کوئی وجہ ہونی چاہیے۔ اس عمل کو شروع کرنے والی کوئی علت العلل تو ہونی ضروری ہے۔ ہر چیز کی ابتداء کرنے والا تو کوئی ہونا چاہیے اور ہم اسے خدا کہہ سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ہاں ایسا ہونا چاہیے لیکن یہ وجود پھر بالکل سادہ ہونا چاہیے چنانچہ ہم اسے کچھ بھی کہیں اسے خدا نہیں کہا جا سکتا۔

ان سطور کو لکھتے ہوئے رچرڈ ڈاکنس صاحب یہ نظریہ پیش نہیں کر رہے کہ یہ کائنات ہمیشہ سے موجود ہے۔ بلکہ وہ اس بات کو تسلیم کر رہے ہیں اس کائنات کا کوئی نکتہ آغاز تھا۔ اور وہ یہ بھی مان رہے ہیں کہ اس عمل کو شروع کرنے والا اور اسے حرکت میں لانے والا کوئی محرک ہونا چاہیے۔ لیکن وہ یہ لکھ رہے ہیں کہ یہ محرک خدا تعالیٰ کا وجود نہیں ہوسکتا کیونکہ لازم ہے کہ یہ محرک اور تمام کائنات کا آغاز کرنے والا سادہ اور ابتدائی حالت میں ہو۔ یہ ان کا ایک دعویٰ ہے جس کے حق میں وہ کوئی دلیل بیان نہیں کرتے۔

ان کی اس کتاب میں ڈارون کے نظریہ ارتقاء اور natural selection کا بہت ذکر ہے اور بار بار اسے اپنے نظریات کی بنیاد بیان کیا گیا ہے، اس لئے شاید ان کا نظریہ یہ ہے کہ اشیاء ہمیشہ سادہ سے پیچیدہ کیفیت میں منتقل ہوتی ہیں۔ جیسے کائنات کے آغاز پر تمام کائنات کا مادہ ایک نکتے پر مرکوز تھا اور ایک عظیم الشان دھماکے کے نتیجہ میں یہ مادہ منتشر ہونا شروع ہوا۔ پھر اس ابتدائی حالت سے ایٹم اور پھر مالیکیول بننے شروع ہوئے۔ پھر مختلف مقامات پر مادہ جمع ہونا شروع ہوا۔ ستارے اور سیارے اور کہکشائیں وجود میں آئیں۔ اور پھر زمین پر زندگی وجود میں آئی اور سادہ سے پیچیدہ حالت میں منتقل ہوتی ہوئی اور ترقی کرتے کرتے انسان کی تخلیق ہوئی۔ اس لئے جو کائنات کا آغاز ہو گا وہ بالکل سادہ ترین حالت میں ہونا چاہیے۔

اگر اس عجیب نظریے کے پیچھے یہ مفروضہ ہے تو یہ مفروضہ غیر متعلقہ ہونے کے علاوہ سائنسی طور پر بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ سائنسی علم کے مطابق اشیاء ہمیشہ سادہ سے پیچیدہ کیفیت میں منتقل نہیں ہو رہی ہوتیں بلکہ ساتھ کے ساتھ یہ عمل الٹا بھی چل رہا ہوتا ہے۔ جہاں کائنات میں نئے ستارے بن رہے ہیں، وہاں کئی ستارے اپنی زندگی مکمل کر کے بلیک ہول کا روپ دھار لیتے ہیں۔ اس بلیک ہول میں ان ستاروں کا مادہ ایک نکتے میں اسی طرح محصور ہو جاتا ہے جس طرح آغاز کائنات کے وقت تھا۔

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ مذہبی بحث میں جو بات بیان کی جائے وہ اپنی کتاب سے بیان کی جائے۔ چنانچہ جہاں تک first cause ہونے کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳﴾

(الحدید:4)

ترجمہ: وہی اول وہی آخر، وہی ظاہر وہی باطن ہے اور وہی ہر چیز کا دائمی علم رکھتا ہے۔

اس میں نہ صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اوّل اور آخر ہے۔ اور ڈاکنس صاحب یہ زور دے رہے ہیں کہ اوّل وجود سادہ ترین ہونا چاہیے تھا۔ لیکن قرآن کریم یہ بیان کرتا ہے کہ کامل علم رکھنے والی ذات وہی اوّل ذات ہے۔

(باقی آئندہ کل ان شاءاللہ)

اعلان ولادت

- **مکرم ملک اللہ بخش، واقف زندگی اعلان کرواتے ہیں:**

خاکسار کے بیٹے مکرم ملک مظفر احمد عارف اور بہو درثمین صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے دو واقفین نو بچوں ''تاشفین احمد'' اور ''عروسہ مظفر'' کے بعد مورخہ 6/ فروری 2023ء کو دوسری بیٹی سے نوازا ہے۔ نومولودہ کا نام ''ثمائم مظفر'' تجویز ہوا ہے۔ بچی وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔ بچی مکرم محمد یوسف بھٹی۔ جرمنی کی نواسی ہے۔

قارئین الفضل کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بچی کو نیک، صالح، خادم دین اور والدین کے لئے قرة العین بنائے اور کامل صحت کے ساتھ عمر دراز کرے آمین۔

حنیف محمود کے قلم سے

آداب معاشرت

قرآن کریم کی تلاوت کے آداب

قسط 1

آداب معاشرت دو الفاظ کا مرکب ہے۔ آداب، ادب کی جمع ہے جس کے معنی عزت، تعظیم، قدر کی نگاہ سے کسی کو دیکھنے اور اخلاق و معاشرتی اصولوں کی پابندی کرنے کے ہیں۔ جبکہ معاشرت، اجتماعی زندگی اختیار کرنے یعنی آپس میں مل جل کر زندگی بسر کرنے کے ہیں۔ جسے انگریزی میں Way of Living اور Mode of Life کہتے ہیں اور ایشیائی کلچر میں ہم اسے سماجی زندگی یا تمدن بھری زندگی کا نام دے سکتے ہیں۔

اصطلاحی معنوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسان اکیلے نہیں بلکہ مل جل کر رہنے کا عادی ہے۔ ہر شخص کی صلاحیتیں، خوبیاں، خامیاں اور حالات مختلف ہوتے ہیں۔ ان مختلف حالات میں مختلف افراد کا میل جول کے ساتھ رہنا معاشرت ہے اور اگر اس میں دینی تعلیم، کردار کا رنگ بھر دیا جائے تو اس معاشرے کو چار چاند لگ جاتے ہیں اور اپنے بہت ہی پیارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیاری طرز زندگی کو شامل کر لیں تو معاشرہ بہت حسین نظر آنے لگے۔

حسن معاشرت سے ایک ایسا معاشرہ جنم لیتا ہے جس میں نیکیاں اور بُرائیاں برابر کے طور پر پنپ رہی ہوتی ہیں۔ دنیا کے تمام معاشروں میں نیکیوں کو سراہا جاتا ہے اور بدیوں کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ اسی ناطے سے اللہ تعالیٰ نے اسلامی تصور یوں ہمارے سامنے رکھا کہ: تم بہترین امت ہو جو تمام انسانوں کے فائدہ کے لئے نکالی گئی ہو تم اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو۔

(آل عمران:111)

اس قرآنی تصور سے خطے میں بسنے والے خواہ ان کا تعلق کسی خاص قوم، مذہب یا تہذیب سے ہو ایک ہو کر حسین معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں۔ جس میں ہر انسان کو بنیادی ضروریات بھی میسر ہوں گی اور ذہنی آسودگی بھی۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ رسول رضوان اللہ علیہم کے حسن معاشرت کے متعلق بتا دیا کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے، نیکی کی طرف بلانے اور منکرات سے روکنے کی تلقین کی وجہ سے وہ بھائی بھائی بن گئے۔

(آل عمران:104-106)

1947ء میں پارٹیشن کے وقت جب قادیان میں مقامات مقدسہ کی حفاظت اور ان کی دیکھ بھال کے لئے چند مخلصین اور قربانی کرنے والوں کی ضرورت محسوس ہوئی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس اہم قربانی کرنے والوں کی فہرست میں قصائی، موچی، حلوائی اور دیگر اہم پیشہ والے لوگ بھی شامل فرمائے تا محاصرہ کی صورت میں یہ تمام لوگ ایک جگہ رہ کر معاشرتی زندگی اکٹھے بسر کر سکیں۔

اسلام نے حسن معاشرت کے جو اصول وضع فرمائے وہ یہ ہیں:

1۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو۔

2۔ اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو۔

3۔ نیکی کی باتیں کرو۔

4۔ بدی سے رُکنے کی تلقین کرو۔

5۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور آپس میں اختلاف کیا۔

6۔ اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کر لیں۔

7۔ اہل کتاب کے ہاتھ کا پکا ہوا کھا لیں۔ (المائدہ:6)

8۔ غیر مسلم شرفاء سے بھی حسن معاشرت کریں۔ (الممتحنۃ:9)

9۔ آواز دھیمی رکھیں۔ (لقمان:20)

10۔ لوگوں سے اچھی بات کریں۔ (البقرۃ:84)

11۔ گفتگو میں عدل سے کام لیں۔ (الانعام:153)

12۔ بہترین طریق پر اپنا دفاع کریں۔ (حٰم السجدۃ:35)

13۔ کسی فرد یا قوم سے استہزاء نہ کریں۔ (الحجرات:12)

14۔ کھانے پینے میں میانہ روی اختیار کریں۔ (الاعراف:13)

15۔ معاشرہ میں آپس میں تحائف کا تبادلہ کریں۔ (النساء:87)

16۔ اور سب سے بڑھ کر حسن معاشرت کے لئے عباد الرحمٰن بن کر عاجزی سے زمین پر چلیں۔

(الفرقان:64)

ان کے علاوہ قرآن کریم میں رسول خدا ﷺ سے ملاقات کرنے کے آداب، مجالس کے آداب، گھروں میں داخل ہونے کے آداب، چلنے کے آداب اور سفر پر جانے کے آداب وغیرہ وغیرہ کا تذکرہ واضح طور پر ملتا ہے۔ احادیث میں بھی بہت سے آداب کی تشریح و تفصیل ملتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''میری تمام جماعت جو اس جگہ حاضر ہیں یا اپنے مقامات میں بود و باش رکھتے ہیں اس وصیت کو توجہ سے سنیں کہ وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مریدی کا رکھتے ہیں اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی، نیک بختی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بدچلنی ان کے نزدیک نہ آ سکے۔ وہ پنج وقتہ نماز باجماعت کے پابند ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں۔ وہ کسی کو زبان سے ایذا نہ دیں۔ وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں غرض ہر ایک قسم کے معاصی اور جرائم اور ناکردنی اور ناگفتنی اور تمام نفسانی جذبات اور بیجا حرکات سے مجتنب رہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک دل اور بے شر اور غریب مزاج بندے ہو جائیں اور کوئی زہریلا خمیر ان کے وجود میں نہ رہے... اور تمام انسانوں کی ہمدردی ان کا اصول ہو اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی زبانوں سے اور اپنے ہاتھوں سے اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچاویں اور پنج وقتہ نماز کو نہایت التزام سے قائم رکھیں اور ظلم اور تعدّی اور غبن اور رشوت اور اتلاف حقوق اور بے جا طرفداری سے باز رہیں اور کسی بدصحبت میں نہ بیٹھیں۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اپنے اندر اعلیٰ اخلاق پیدا کرو۔ آپس میں محبت اور پیار سے رہو۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرو...... اپنے ساتھیوں، اپنے بھائیوں، اپنے ہمسایوں یا اپنے ماحول کے لوگوں کے لئے ان کی غلطیاں تلاش کرنے کے لئے ہر وقت ٹوہ میں نہ لگے رہو..... اس لئے ہر احمدی کا یہ فرض بنتا ہے کہ کسی کے عیب اور غلطیاں تلاش کرنا تو دور کی بات ہے اگر کوئی کسی کی غلطی غیر ارادی طور پر بھی علم میں آ جائے تو اس کی ستاری کرنا بھی ضروری ہے... ہمیں واضح حکم ہے کہ جو باتیں معاشرہ میں بگاڑ پیدا کرنے والی ہوں یا بگاڑ پیدا کرنے کا باعث ہو سکتی ہوں ان کی تشہیر نہیں کرنی ان کو پھیلانا نہیں ہے۔ دعا کرو اور ان بُرائیوں سے ایک طرف ہو جاؤ۔ اور اگر کسی سے ہمدردی ہے تو دعا اور ذاتی طور پر سمجھا کر اس بُرائی کو دور کرنے کی کوشش کرنا ہی سب سے بڑا علاج ہے۔''

قرآن کریم کی تلاوت کے آداب

قرآن کریم کی ظاہری و باطنی عزت و تذکرہ کے متعلق قرآن کریم، احادیث اور سنتِ نبویہ کی روشنی میں آداب و امور پیش ہیں۔

قرآن مجید عزت والا کلام ہے۔ اس لئے اسے پاکیزگی کی حالت میں چھوا اور پڑھا جائے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرنے کے لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم پاک صاف اور پاک دل ہو کر قرآن کریم کو چھوئیں۔ جنبی، محتلم، حائضہ اور مستحاضہ ہونے کی حالت میں قرآن کریم کو نہ پکڑا جائے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے پہلے تعوّذ پڑھنا چاہئے۔ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے سے غلطی کا امکان نہیں رہتا۔ ہمیشہ رموز و اوقاف کا لحاظ رکھ کر قرآن کریم کی تلاوت کرنی چاہئے۔ آنحضرت ﷺ کی قرأت بالکل واضح ہوتی اور ہر حرف جدا جدا ہوتا تھا۔

(ترمذی شریف)

قرآن کریم کی ہر روز باقاعدگی کے ساتھ تلاوت کرنی چاہئے۔ اس کے پڑھنے کے لئے وقت کی تخصیص نہیں ہوتی۔ جب بھی وقت میسر ہو۔ اس پاک کلام کو پڑھنا چاہئے۔ انسان جب چاہے اور جس وقت چاہے وہ کلام پاک کی تلاوت کر سکتا ہے۔ لیکن فجر کے وقت قرآن کریم پڑھنا ایک مقبول عمل ہے۔ قرآن کریم کو اس وقت تک پڑھتے رہنا چاہئے جب تک اس میں دل لگا رہے۔ پس جب طبیعت اکتا جائے تو اٹھ کھڑے ہوں۔ قرآن کریم کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا چاہئے کیونکہ قرآن کریم کی تلاوت دلوں کے زنگ دُور کرتی ہے اور روحانی بیماریوں سے شفا حاصل کرنے میں مدد دیتی ہے۔ قرآن کریم کی آیات میں اتصال اور مناسبت ہے۔ اس لئے قرآن کریم کی تلاوت کرتے وقت ترتیب اور ربط کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت درمیانی آواز میں کرنی چاہئے۔ نہ بہت بلند آواز سے اور نہ بہت ہی آہستہ آواز سے۔ قرآن کریم کی بلند آواز سے تلاوت کرنے میں بھی اجر و ثواب ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت خشوع و خضوع کے ساتھ کرنی چاہئے۔ قرآن کریم کو ہمیشہ سوز و گداز اور حضور قلب سے پڑھنا چاہئے۔ قرآن مجید کو غور و فکر اور تدبّر کے ساتھ پڑھنا چاہئے تا کہ اس کے معنی اور مطالب سے واقفیت ہو سکے اور اوامر و نواہی

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

پر عمل کیا جا سکے۔قرآن کریم کو قوّالوں اور گویّوں کی طرز پر نہیں پڑھنا چاہئے۔ آنحضرت ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا ہے۔آپؐ فرماتے ہیں۔تم عربوں کے طریق اور ان کے لحن اور لہجہ پر قرآن کریم پڑھا کرو اور ان کی آوازوں کو اختیار کرو۔

(مشکوٰۃ : جلد 2)

قرآن مجید کی تلاوت کے وقت خاموش رہنا چاہئے اور پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ قرآن مجید سننا چاہئے تا کہ خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں سے حصہ حاصل کیا جا سکے۔قرآن مجید کو اس یقین کے ساتھ پڑھنا چاہئے کہ اس کے اندر معارف اور علوم کے غیر محدود خزانے ہیں اور یہ ''شِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُوْر'' کا مصداق ہے اور فتنوں سے بچنے کا ایک بھاری ذریعہ ہے۔قرآن کریم کی تلاوت کرتے وقت اگر سجدے کی آیات آجائیں تو خواہ انسان کھڑا ہو یا بیٹھا اسے سجدہ تلاوت بجا لانا چاہئے۔بامرمجبوری بعد میں بھی سجدہ کیا جا سکتا ہے۔

قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنا چاہئے تا کہ ہم حاملین قرآن بن کر خدا تعالیٰ کے مقرب شمار کئے جا سکیں۔قرآن کریم پڑھ کر، سیکھ کر یا حفظ کر کے بھلانا نہیں چاہئے۔تلاوت کرتے وقت جہاں عذاب کا ذکر ہو وہاں یہ دعا کرنی چاہئے۔اَللّٰهُمَّ لَا تُعَذِّبْنَا۔ اے اللہ! ہم کو عذاب میں مبتلا نہ کر اور جہاں جنت کا ذکر ہو تو دعا کریں۔ اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ اے اللہ! ہم کو اپنی رحمت میں داخل فرما۔

قرآن کریم پڑھانے کا معاوضہ طلب نہ کیا جائے۔حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ وَلَا تُعْجِلُوْا ثَوَابَهٗ اس کا بدلہ (دنیا میں) طلب نہ کرو۔کیونکہ آخرت میں اس کے لئے بڑا اجر ہے۔قرآن کریم کو عزت و احترام کے ساتھ بلند جگہ پر رکھنا چاہئے تا کہ آتے جاتے اس کی طرف پشت نہ ہو۔ رکوع اور سجود میں قرآنی آیات کی تلاوت نہیں کرنی چاہئے بلکہ عبودیت کے رنگ میں رنگین ہو کر اپنی زبان میں دعائیں کرنی چاہئیں۔سجدہ اور رکوع فروتنی کا وقت ہے اور قرآن کریم بزرگ و برتر اور خدائے ذوالجلال والاکرام کا کلام ہے اور خدا تعالیٰ کا کلام عظمت کا تقاضا کرتا ہے۔ اس لئے قرآن نماز میں ہمیشہ کھڑے ہو کر پڑھا جاتا ہے اور رکوع اور سجدہ انتہائی تذلل کا مقام ہے۔

قبروں پر بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت نہیں کرنی چاہئے اور احادیث سے بھی یہ بات ثابت نہیں کہ کبھی صحابہؓ نے حضور اکرم ﷺ کی قبر پر بیٹھ کر قرآن مجید پڑھا ہو۔میت کے لئے صف بچھا کر اور بیٹھ کر قرآن کریم نہیں پڑھنا چاہئے۔ کیونکہ یہ طریق آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ سے ثابت نہیں۔ یہ بدعت اور رسم ہے اور نہ ہی روٹیوں پر قرآن کریم کی تلاوت کرنی چاہئے۔ یہ سب بدعت کے دروازے ہیں۔قرآن کریم کو ایک رات یا دو تین راتوں میں ختم نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ طریق آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ آپؐ نے کبھی اس طریق سے قرآن مجید ختم نہیں کیا۔ بلکہ چھوٹی چھوٹی سورتوں پر آپؐ نے اکتفا کیا۔ ہفتہ بھر میں قرآن کریم مکمل پڑھنا اور اس کا دور ختم کرنا مسنون ہے۔

اعلان نکاح

مکرم منیر احمد جاوید پرائیویٹ سیکرٹری یہ اطلاع بھجواتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بتاریخ 18/ فروری 2023ء بعد نماز ظہر وعصر بمقام مسجد مبارک اسلام آباد، یوکے درج ذیل نکاحوں کا اعلان فرما کر ان کے بابرکت ہونے کے لیے دعا کروائی:

- عزیزہ عنبرین خان بنت مکرم محمد الیاس خان صاحب (کینیڈا)
  ہمراہ عزیزم مدثر احمد بیگ (کینیڈا) ابن مکرم اجمل امجد بیگ صاحب (لاہور)
- عزیزہ صفا نور احمد بنت مکرم مرزا خلیق احمد صاحب (لندن۔یوکے)
  ہمراہ عزیزم عاطف احمد (واقفِ نو) ابن مکرم ناصر احمد سلیم صاحب (جرمنی)

اللہ تعالیٰ ان نکاحوں کو خیر و برکت کا موجب بنائے۔ ادارہ الفضل تمام کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔

ایک سبق آموز بات

آپس کے معاملات میں غلط فہمی اور عدم برداشت کی وجہ سے باہمی تلخی اور ناراضگی کی صورت پیدا ہوسکتی ہے معاملہ فہمی اور سمجھ داری سے کام لیتے ہوئے اپنے بھائی یا بہن کو معاف کر دیا جائے تو اس کا بہت اجر و ثواب ہوتا ہے اور معاشرہ میں بہتری پیدا ہوتی ہے۔ معافی کے لئے ضروری ہے کہ رنج اور تکلیف کو پوری طرح بھلا دیا جائے کینہ اور بغض پوری طرح ختم کر دیا جائے اور دل کو پوری طرح صاف کر دیا جائے۔

مرسلہ: عبدالباسط شاہد۔یوکے

طلوع وغروب آفتاب

27/ فروری 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:27	18:24
مدینہ منورہ	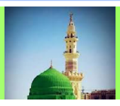	05:28	18:23
قادیان		05:38	18:24
ربوہ		05:17	18:04
اسلام آباد ٹلفورڈ		05:23	17:39

فقہی کارنر

بچے کے کان میں اذان دینا

سوال: حکیم محمد عمر صاحب نے فیروز پور سے دریافت کیا کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو مسلمان اس کے کان میں اذان کہتے ہیں۔کیا یہ امر شریعت کے مطابق ہے یا صرف ایک رسم ہے؟

جواب: (حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے) فرمایا ''یہ امر حدیث سے ثابت ہے اور نیز اس وقت کے الفاظ کان میں پڑے ہوئے انسان کے اخلاق اور حالات پر ایک اثر رکھتے ہیں۔ لہٰذا یہ رسم اچھی ہے اور جائز ہے۔''

(اخبار بدر نمبر 13 جلد 6 مؤرخہ 28/ مارچ 1907ء صفحہ 4)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)